

آئین باجھر کے دلائل اور ثنائین کے شہادت کا ازالہ

الْقَوْلُ الْغَلِيْبُ

فی

الْجَهَنَّمَ وَالنَّامِیْنَ

تالیف

حافظ زبیر عسکری زئی

نعمان پبلیکیشنز

آئین باہم کے دلائل مخالفین کے شرک کا ازالہ

القبور والقبور

فی

الجبین والناس

تالیف
جانور زبیر علی زئی

نعمان پبلیکیشنز

شوروم - والی سٹریٹ
چوک اردو بازار نزد جامعہ مدرسہ کوروا ٹولہ 14-13-1613-444



مکتبہ اسلامیہ

لاہور [] بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد [] بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

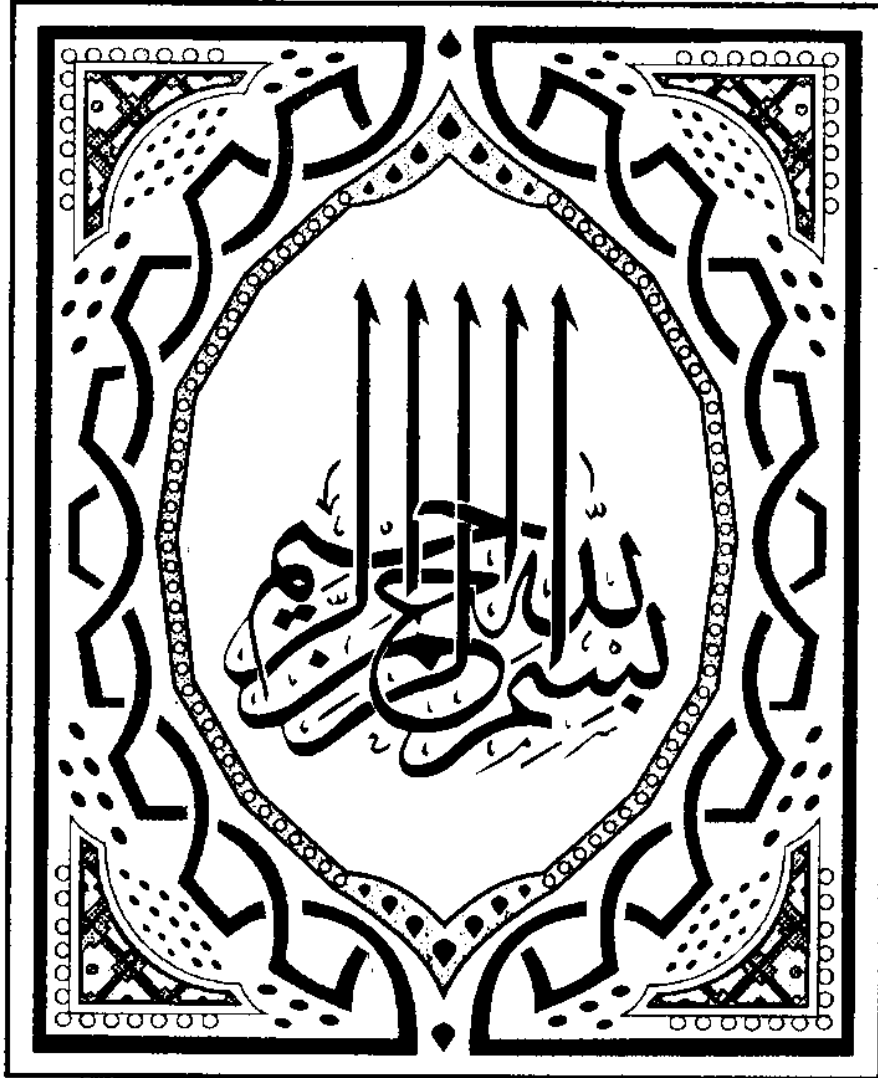
ٹنک [] مکتبہ اسلامیہ احضرو فون: 057-2310571

فہرست ابواب ومضامین

22	7	پہلی حدیث	مقدمۃ القول المتین فی الجہر بالتائین
24	8	دوسری حدیث	اختلاف کے بنیادی اسباب
25	8	تیسری حدیث	اتباع رسول ﷺ
26	9	سند کی تحقیق	تقلید
27	11	راویوں کی تحقیق	عقائد
31	11	چوتھی حدیث	رسول: مشکل کشا؟
31	12	سند کی تحقیق	علی: مشکل کشا
32	12	راویوں کی تحقیق	قبر سے دستگیری
	12	سفیان ثوری کی حدیث کے متن کی تحقیق	ذہبی کشتی اور بیڑا پار
33	14	تحقیق	اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا
35	14	شعبہ کی روایت	ذاکر اور مذکور دونوں ایک
37	14	شاہد نمبر ۱	خواجہ محمد عثمان مشکل کشا
38	15	شاہد نمبر ۲	عاجزوں کی دستگیری بیکسوں کی مدد
39	15	علی رضی اللہ عنہ کی روایت	وحدت الوجود
40	16	سند کی تحقیق	گواہ اول
41	17	پانچویں حدیث	گواہ دوم
43	18	آثار صحابہ	گواہ اول تا سوم
43	19	عبداللہ بن عمر کا اثر	اعلان
43	20	سند کی تحقیق	القول المتین فی الجہر بالتائین
46	20	عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا اثر	اہل الحدیث کا تعارف



65	50	نقاب کشائی	چند غلط فہمیوں کا ازالہ
71	52	دیوبندی بنام دیوبندی	عکرمہ کی روایت
69	54	حدیث اور اہلحدیث کے باب	چھٹی حدیث
	56	”اخفاء التّائین“ کا جواب	شاہد نمبر 1
94	58	آمین بالجہر اور امین اوکاڑوی	شاہد نمبر 2
97	59	اطراف الحدیث والآثار	شاہد نمبر 3
100	59	اسماء الرجال	چند غلط فہمیوں کا ازالہ
	59		ڈیروی کے اعتراضات



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمة: القول المتين في الجهر بالتأمين

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله ، أما بعد :

فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

نماز دین اسلام کا دوسرا اہم رکن اور قرب الہی کا بہترین ذریعہ ہے، جہاں اللہ رب العزت نے مواظبت نماز کو فرض قرار دیا، وہاں رسول اللہ صلى الله عليه وسلم نے ((صلوا كما رأيتموني أصلي)) کی شرط عائد فرمائی یعنی تکبیر تحریر سے تسلیم تک تمام امور کا طریقہ نبوی صلى الله عليه وسلم کے مطابق ہونا ضروری ہے، انہی امور میں سے (نماز کے) بعض مسائل ایسے ہیں جو احادیث صحیحہ اور عمل صحابہ رضي الله عنهم سے ثابت ہونے کے باوجود بعض لوگوں کے اعتراضات کی بھینٹ چڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً:

- (۱) آمین بالجہر
- (۲) رفع الیدین قبل الركوع وبعده
- (۳) فاتحہ خلف الامام
- (۴) ایک وتر.....

حالانکہ یہ سارے مسئلے شافعیہ یا حنابلہ سے بھی ثابت ہیں، اور ان کے علاقوں میں ان مسائل پر بالتواتر عمل بھی ہو رہا ہے، لہذا ان مسائل پر غیر اہل حدیث کے اعتراضات و

مخالفت اصولاً باطل ہیں۔

اختلاف کے بنیادی اسباب

اہل حدیث (اہل سنت) اور غیر اہل حدیث کے درمیان اصل اختلاف ایمان، عقائد اور اصول میں ہے اس اختلاف کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

اتباع رسول ﷺ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِينَ﴾

(اے نبی!) کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا رحیم ہے۔ (ان سے) کہو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں (انکار کریں) تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ (ال عمران: ۳۱، ۳۲)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی اتباع کرو تا کہ تمہیں ہدایت نصیب ہو۔ (الاعراف: ۱۵۸)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّبِعُونِ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾

(کہہ دو) اور میری اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ (الزخرف: ۶۱)

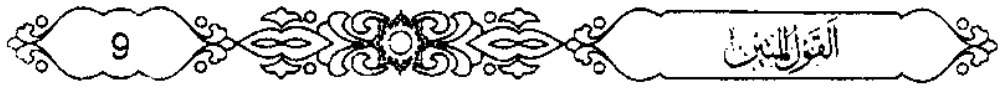
سورۃ النساء (۵۹) میں فیصلہ کن انداز میں ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾

اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تنازعہ (اختلاف) کی صورت میں اللہ اور

رسول کی طرف (یہی) رجوع کرو۔



اس کے برعکس غیر اہل حدیث اتباع رسول ﷺ کے بجائے تقلید شخصی کو واجب گردانتے ہیں جیسا کہ محمود حسن دیوبندی کہتے ہیں:

”آپ ہم سے وجوب تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوب اتباع

محمدی ﷺ ووجوب اتباع قرآنی کی سند کے طالب ہیں“ (اولہ کاملہ مع تسہیل ص ۷۸)

مزید کہتے ہیں: ”ہم نے آپ سے وجوب اتباع نبوی کے ثبوت کے لئے نص صریح طلب

کی تھی سو اس کا جواب معقول تو ندارد“ (ایضاح الاولیٰ طبع قدیم ص ۹۹)

سے آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

تقلید؟

لغت کی کتاب ”القاموس الوحید“ میں تقلید کا درج ذیل مفہوم لکھا ہوا ہے:

”بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی، نقل، سپردگی“

”بلا دلیل پیروی، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا، کسی کی نقل اتارنا جیسے ”قلد الفرد الإنسان“

(ص ۱۳۴۶) نیز دیکھئے المعجم الوسیط (ص ۷۵۴)

مفتی احمد یار نعیمی بدایونی بریلوی نے غزالی سے نقل کیا ہے:

”التقلید هو قبول قول بلا حجة“ (جاء الحق ج ۱ ص ۱۵ طبع قدیم)

یعنی بغیر حجت (دلیل) کے کسی قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی سے پوچھا گیا:

”تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں؟“ تو انھوں نے فرمایا: ”تقلید کہتے ہیں امتی

کا قول ماننا بلا دلیل“ عرض کیا گیا کہ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائے

گا؟ فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائے گا وہ اتباع کہلاتا ہے“

(۱۱۱ فاضات الیومیہ ملفوظات حکیم الامت ۱۵۹۳ ملفوظ ۲۲۸)

یاد رہے کہ اصول فقہ میں لکھا ہوا ہے: قرآن ماننا، رسول ﷺ کی حدیث ماننا، اجماع ماننا، گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کرنا، عوام کا علماء کی طرف رجوع کرنا (اور مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا) تقلید نہیں ہے۔ (دیکھئے مسلم الثبوت ص ۲۸۹، التقریر و التخییر ج ۳ ص ۴۵۳)

محمد عبید اللہ الاسعدی دیوبندی تقلید کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں: ”کسی کی بات کو بلا دلیل مان لینا تقلید کی اصل حقیقت یہی ہے لیکن...“ (اصول الفقہ ص ۲۶۷) اصل حقیقت کو چھوڑ کر نام نہاد دیوبندی فقہاء کی تحریفات کون سنتا ہے! احمد یار نعیمی بریلوی لکھتے ہیں:

”اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے، تقلید میں ہوتا ہے: دلیل شرعی کو نہ دیکھنا، لہذا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد اسی طرح صحابہ کرام و آئمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہے کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے۔“ (جاء الحق ج ۱ ص ۱۶)

معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والا قرآن و حدیث و اجماع کو نہیں دیکھتا بلکہ آنکھیں بند کر کے اپنے مقرر کردہ امام و پیشوا کی بلا دلیل اندھا دھند پیروی کرتا ہے۔ یہ تقلیدی شاعت ایسی تھی کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”أما زلة عالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم“ اور رہی عالم کی غلطی، پس اگر وہ ہدایت پر (بھی) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

(کتاب الزہد للامام و کعب ج ۱ ص ۳۰۰ ح ۱۷۰ و سند حسن، کتاب الزہد لابی داؤد ص ۷۷ ح ۱۹۳ و حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۹۷ و جامع بیان العلم و فضلہ لابن عبد البر ج ۲ ص ۱۳۶ و الاذکار لابن حزم ج ۶ ص ۲۳۶ و صحیح ابن القیم فی اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۳۹)

اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا:

”والموقوف هو الصحيح“ اور (یہ) موقوف (روایت) ہی صحیح ہے۔

(العلل الواردة ج ۶ ص ۸۱ سوال ۹۹۲)

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان فتوے کے مقابلے میں غیر اہل حدیث تقلید

کے ”گن گاتے رہتے ہیں“ جیسا کہ مفتی احمد یار بریلوی اعلان کرتے ہیں:

”اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں...“

(جاء الحق ج ۲ ص ۹۱ فتوت نازلہ)

مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تھنہ تحقیق ہے معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل، قول امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا، اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال و ظیفہ مجتہد ہے۔“ (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

مزید کہتے ہیں کہ ”رجوع الی الحدیث وظیفہ مقلد نہیں“ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۰)

مفتی صاحبان کے بیانات سے معلوم ہوا کہ غیر اہل حدیث مقلدین کے نزدیک قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد سے استدلال و حجت جائز نہیں ہے۔ یہ لوگ ادلہ اربعہ کے بجائے صرف اپنے مزعوم امام کے اقوال و افعال کو فروعی مسائل میں اپنے مولویوں کے مفتی بہا اقوال کی روشنی میں ہی حجت مانتے ہیں۔

اسی طرح مفتی محمد دیوبندی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ”عوام

کے لئے دلائل طلب کرنا جائز نہیں۔“ (ضرب مؤمن رہفت روزہ اخبار ج ۳ شمارہ ۱۵، ۱۵۵۹ اپریل

۱۹۹۹ء ص ۶ آپ کے مسائل کامل، مسبق سجدہ سہو میں سلام نہ پھیرے)

عقائد

(۱) رسول: مشکل کشا؟

حاجی امداد اللہ کا دیوبندیوں میں بڑا مقام ہے، انھیں سید الطائفة الدیوبندیہ سمجھا جاتا ہے، دیکھیے عبدالرشید ارشد دیوبندی کی کتاب ”بیس بڑے مسلمان“ (ص ۸۴-۱۱۰) رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ صاحب ”مناجات“ لکھتے ہیں:

”یا رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہو افریاد ہے سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے“

(کلیات امدادیہ ص ۹۰، ۹۱)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مشکل کشا ہیں۔!

(۲) علی: مشکل کشا؟

حاجی امداد اللہ صاحب نے مزید کہا:

”دور کردل سے حجاب جہل و غفلت میرے رب کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے“ (ایضاً ص ۱۰۳)

(۳) قبر سے دستگیری؟

اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں: ”جب اثر مزار شریف کا بیان آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولا ہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا، اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر پائیں قبر سے ملا کرتا

ہے (حاشیہ) قولہ وظیفہ مقررہ اقوال یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲“

(امداد المشاق ص ۱۷ فقرہ نمبر ۲۹۰)

۔ یہ رهن ہیں جنھیں تم رہبر سمجھتے ہو۔

(۴) ڈوبتی کشتی اور بیڑا پار؟

کرامات امدادیہ میں لکھا ہوا ہے: ”ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوة السالکین زبدۃ العارفين شیخ الكل فی الكل حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لئے جاتے تھے، بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے، آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر و کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے: ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا: حضرت یہ کیا بات ہے؟ کمر کیوں کر چھلی؟ فرمایا: کچھ نہیں، پھر پوچھا، آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں بھی تشریف نہیں لے گئے۔ فرمایا: ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں ایک تمھارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کواٹھایا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا

ذکر نہ کرنا۔“ (کرامات امدادیہ ص ۱۷، ۱۸ نسخہ آخری ص ۳۵، ۳۶)

اس طویل عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① مصیبت کے وقت جب آگ بوٹ (کشتی) کے ڈوبنے کا ڈر تھا تو دیوبندی مرید نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے پیر ”روشن ضمیر“ کی طرف مافوق الاسباب رجوع کیا۔

② پیر نے اپنے مرید کی آہ وزاری دور سے سن لی۔

③ پیر نے ڈوبتی کشتی کو بچا لیا۔

④ اس کارروائی میں پیر کی کمر چھل کر زخمی ہو گئی۔

⑤ بریلوی حضرات مصیبتوں وغیرہ میں جو اپنے پیروں اور ”اولیاء“ کو وسیلہ سمجھ کر مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کا یہ عمل دیوبندی ”کرامت“ کے مطابق ”بالکل صحیح“ ہے۔

⑥ بریلوی حضرات یہ کہتے رہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ڈوبا ہوا بیڑا پانی سے نکال باہر کیا تھا اور دیوبندی اس کے بارے میں ان کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ دیوبندی حضرات بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ”ڈوبنے والا بیڑا“ وہ بھی پانی سے باہر نکال سکتے ہیں! اور ”ڈوبے ہوئے بچے کو دوبارہ زندہ کر کے پانی سے باہر نکال سکتے ہیں“ دیکھئے بہشتی زیور حصہ ہشتم (ص ۶۸۹/۵۱ سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر)

(۵) اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا!

اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

”آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے کچھ التجا بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا بر ملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا“

(شام امدادیہ ص ۸۴ و امداد المشتاق ص ۱۱۶ فقرہ ۲۸۸)

(۶) ذاکر اور مذکور دونوں ایک!

حاجی امداد اللہ صاحب نے لکھا ہے: ”اور اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر

منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے۔“ (کلیات امدادیہ ص ۱۸)
بریکٹ میں اللہ کا لفظ اصل کتاب کلیات امدادیہ میں لکھا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ دیوبندیوں
کے نزدیک ذکر کرنے والا کثرت ذکر کی وجہ سے خود اللہ بن جاتا ہے۔!

(۷) خواجہ محمد عثمان، مشکل کشا!

صوفی عبد الحمید سواتی دیوبندی نے بغیر انکار کے لکھا:

”الہی بحرمت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء رأس العلماء و رئیس الفضلاء،
شیخ الحدیث قبلہ السالکین امام العارفین برہان المعرفة شمس الحقیقۃ فرید العصر و حید الزمان
حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمان پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ عنہ
(نوائذ عثمانیہ ص ۱۷)“ انتہی (فیوض حسنی/تحفہ برہیمیہ ص ۶۸، مترجم: صوفی عبد الحمید سواتی دیوبندی)

(۸) عاجزوں کی دستگیری، بیکسوں کی مدد!؟

زکریا صاحب تبلیغی فرماتے ہیں: ”رسول خدا نگاہ کرم فرمائیے اے ختم المرسلین رحم فرمائیے
(۲) آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں ہم حراما نصیبوں اور ناکامان قسمت سے آپ کیسے تغافل
فرما سکتے ہیں.... (۱۱) عاجزوں کی دستگیری بے کسوں کی مدد فرمائیے اور مخلص عشاق کی دلجوئی
اور دلداری کیجئے“ (فضائل درود ص ۲۸ و تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

(۹) مسئلہ وحدت الوجود:

حاجی امداد اللہ نے کہا: ”مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اس مسئلے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے“

(شائم امدادیہ ص ۳۲ نیز دیکھئے کلیات امدادیہ ص ۲۱۸)

وحدت الوجود کے بارے میں لغت میں لکھا ہوا ہے: ”(صوفیوں کی اصطلاح) تمام
موجودات کو صرف اعتباری اور فرضی ماننا۔ اصل میں تمام چیزیں وجود خدا ہی ہیں جیسے کہ
پانی کہ وہی بلبلہ ہے وہی لہر اور وہی سمندر، وحدہ لا شریک خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک
نہیں۔“ (جامع نسیم اللغات ص ۱۲۱۵)

معلوم ہوا کہ وحدت الوجود کے عقیدے میں خالق و مخلوق اور عابد و معبود کا فرق مٹ جاتا ہے۔ بندہ اور خدا دونوں ایک ہی وجود قرار پاتے ہیں۔ رشید احمد گنگوہی نے کہا: ”یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں، اور جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ...“ (مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰ و فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت کو کہا: ”بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۲)

اس ضامن علی کے بارے میں رشید احمد گنگوہی نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

”ضامن علی جلال آبادی تو، تو حید ہی میں غرق تھے۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۲)

سے قباپوشی کے پردے میں جو عیاشی کے رسیا ہوں

میں ایسوں کو راہبر و راہنما کہہ دوں یہ مشکل ہے

ایک شخص نے حاجی امداد اللہ کو کہا کہ آپ کے ”اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے“ تو حاجی امداد اللہ صاحب نے جواب دیا: ”کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے...“ (شائم امدادیہ ص ۳۴)

اس باطل عقیدے کے ابطال کے لئے دیکھئے امام ابن تیمیہ کی کتاب ”ابطال وحدت الوجود والرد علی القائلین بہا“ (طبع لجنۃ البعث العلمی کویت)

معلوم ہوا کہ اہل حدیث (اہل سنت) کا دیوبندیوں سے اختلاف ایمان، اصول اور عقائد میں ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ دیوبندی حضرات زہر کا پیالہ پی کر خود کشی کر سکتے ہیں مگر عقائد علمائے دیوبند پر کبھی بحث و مذاکرہ نہیں کرتے، یہ لوگ حنفی بھی نہیں ہیں۔ ان کے عقائد اور ہیں اور امام ابوحنیفہ کے عقائد اور... اپنے آپ کو یہ لوگ حنفی یا اہل سنت کہہ کر امام ابوحنیفہ، حنفیوں اور اہل سنت کو بہت بدنام کرتے ہیں۔ کیا کسی دیوبندی یا بریلوی میں یہ

جرات ہے کہ وہ اپنے عقائد مثلاً:

رسول مشکل کشا، علی مشکل کشا، وجوب تقلید شخصی، وحدت الوجود حق، وغیرہ اپنے مزعوم اور مقرر کردہ امام ابوحنیفہ ہی سے باسند صحیح و حسن ثابت کر دے!

بعض چالاک قسم کے بریلوی اور دیوبندی حضرات، اہل حدیث: اہل سنت کے خلاف: وحید الزمان حیدرآبادی، نواب صدیق حسن خان، محمد حسین بٹالوی اور نور الحسن وغیرہم کے حوالے پیش کرتے ہیں جس کے رد کے لئے ہم دو گواہ پیش کرتے ہیں:

گواہ اول: حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) لکھتے ہیں: ”واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب و سنت ہے۔“

(ابراء اہل الحدیث والقرآن ممافی جامع الشواہد من التہمة والہجان ص ۳۲)

اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے محدث غازی پوری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: ”اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث کو اجماع امت و قیاس شرعی سے انکار ہے کیونکہ جب یہ دونوں کتاب و سنت سے ثابت ہیں تو کتاب و سنت کے ماننے میں ان کا ماننا آ گیا“ (ایضاً ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ اہل حدیث کے نزدیک قرآن، حدیث اور اجماع امت حجت ہے اور اجتہاد و قیاس شرعی صحیح بھی جائز ہے، وحید الزمان حیدرآبادی وغیرہ کے اقوال و افعال قرآن ہیں نہ حدیث اور نہ ہی اجماع، لہذا اہل حدیث کے خلاف انھیں پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

گواہ دوم: مولانا علی محمد سعیدی فتاویٰ علمائے اہل حدیث کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ ”یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلک اہل حدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی ہے۔ رائے، قیاس، اجتہاد اور اجماع یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ماتحت ہیں۔ اصول کی بناء پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے، علمائے حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات

بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں“ (ج ۱ ص ۶)
ہم اگر دیوبندیوں اور بریلویوں کے خلاف فقہ حنفی کے حوالے پیش کریں تو وہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ صرف مفتی بہ قول ہی پیش کیا جائے۔

اسی طرح اہل حدیث کی بھی دو شرطیں ہیں:
اول: حوالہ مذکورہ کے قول و فعل پر تمام اہل حدیث کا اجماع ہو لہذا غیر اجماعی حوالوں کو رد کر دیا جائے گا۔

دوم: جس قول و فعل کا رد کیا جا رہا ہے وہ صرف اہل حدیث کا خاصہ ہو، شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کا یہ قول و فعل نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک شوافع، حنابلہ اور مالکیہ سب برحق اور اہل سنت ہیں۔ ظاہر ہے کہ تسلیم شدہ حق پر اعتراض باطل ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم: دیوبندی و بریلوی اکابر کے جو حوالے پیش کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں۔

گواہ اول: زکریا تبلیغی دیوبندی صاحب ایک شخص کو خط لکھتے ہیں: ”آپ جیسے علامہ کو تو یہ حق ہو سکتا ہے کہ علماء کے اقوال کو برگزینہ مانیں لیکن مجھ جیسے کم علم کے لئے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے، میں علماء کے قول کو نہ مان کر کیسے زندگی گزار سکتا ہوں، مجھ میں اتنی استعداد ہی نہیں کہ براہ راست قرآن و حدیث سے ہر مسئلہ پر استدلال کر کے عمل کروں۔“ (کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۳۴)

گواہ دوم: اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: ”شمس الائمہ حلوائی حسب تصریح شامی فقہا کے طبقہ ثالثہ سے ہیں کہ ہمارے لئے ان کا بلکہ ان کے بعد والوں کا قول بھی حجت ہے...“

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۷ جواب، سوال نمبر ۱۹۷)

گواہ سوم: غلام اللہ خان دیوبندی مماتی نے کہا: ”اور میں شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں... کہ انس برصغیر پاک و ہند میں... اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی جماعت

ہے... تو وہ اکابرین علمائے دیوبند ہیں....“ (خطبات شیخ القرآن ج ۱ ص ۴۴۶)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ راقم الحروف نے آئین بالجبر کے بارے میں بہت عرصہ پہلے ایک رسالہ لکھا تھا جو آثار راولپنڈی میں شائع ہوا تھا۔ اب یہی رسالہ اپنی اصل کاپی سے اضافہ اور اصلاح کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

عامۃ المسلمین کے فائدے کے لئے بعض الناس کی کتاب ”حدیث اور الہدایت“ اور ”تحقیق مسئلہ آئین“ کا جواب بھی پیش خدمت ہے۔

تنبیہ: ”حدیث اور اہل حدیث“ نامی کتاب کے باب ”اخفاء التّائین“ کی فوٹو سٹیٹ مَضغَر [Reduce] کر کے ”دیوبندی“ کا لفظ لکھ کر جواب دیا گیا ہے۔

اعلان

آخر میں عرض ہے کہ میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے ہر ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط مع تاریخ موجود ہوں، اس شرط کے بغیر کسی شائع شدہ کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ وما علینا الا البلاغ

(۲۲۔ دسمبر ۲۰۰۳ء)

(بعد از مراجعتِ ثانیہ ۱۴ ستمبر ۲۰۰۶ء)

القول المتين في الجهر بالتأمين

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين أما بعد :
 اهل الحديث اور اہل الرائے کے درمیان آمین کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اہل الحدیث کی تحقیق
 ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی دونوں کو آمین بالجہر کہنی چاہئے۔ سری نمازوں میں
 آمین بالسر کہنے پر اجماع ہے۔ اہل الرائے کا خیال ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی
 کو آمین بالسر (خفیہ) کہنی چاہیے۔ اس مسئلہ میں جانبین کے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش
 کیا گیا ہے۔

اہل الحدیث کا تعارف

شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ونحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه أو كتابته
 أو روايته بل نعني بهم: كل من كان أحق بحفظه و معرفته وفهمه
 ظاهراً و باطناً و اتباعه باطناً و ظاهراً“

(لفظ) اہل حدیث سے ہماری مراد (صرف) وہ لوگ نہیں جو حدیث کے سماع،
 کتابت اور روایت میں مشغول ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو حدیث کو یاد کرتے
 ہیں (حفاظت کرتے ہیں) معرفت اور فہم رکھتے ہیں، نیز ظاہری اور باطنی دونوں طرح
 سے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۳ ص ۹۵)

حافظ ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

”وبهذا يتبين أن أحق الناس بأن تكون هي الفرقة الناجية أهل الحديث
 والسنة الذين ليس لهم متبوع يتعصبون له إلا رسول الله ﷺ“

اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں میں فرقہ ناجیہ کے سب سے زیادہ حق دار اہل الحدیث والسنہ ہیں جن کا متبوع (وامام) سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی نہیں ہے اور وہ آپ ہی کے فرامین کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔

(مجموع فتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۷)

امام ”ثقفہ حافظ“ احمد بن سنان القطان الواسطی (متوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

”ليس في الدنيا مبتدع إلا هو يبغض أهل الحديث وإذا ابتدع الرجل نزع حلاوة الحديث من قلبه.“

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتا اور جب کوئی شخص بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۴، سندہ صحیح، شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۷۳، عقیدۃ السلف ص ۱۰۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے پوچھا گیا کہ کیا بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد طیالسی، دارمی، بزار، دارقطنی، بیہقی، ابن خزیمہ اور ابو یعلیٰ الموصلی مقلد تھے یا مجتہد؟ تو انھوں نے جواب دیا:

” الحمد لله رب العالمين ، أما البخاري و أبو داود فإما مان في الفقه من أهل الإجتهداد و أما مسلم و الترمذي و النسائي و ابن ماجه و ابن خزيمة و أبو يعلى و البزار و نحوهم فهم على مذهب أهل الحديث، ليسوا مقلدين لو احد بعينه من العلماء “

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں (امام) بخاری اور ابوداؤد تو فقہ میں مجتہد (مطلق) ہیں اور مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابویعلیٰ اور بزار وغیرہم اہل الحدیث کے مذہب (منج) پر تھے کسی ایک عالم کی تقلید شخص نہیں کرتے

تھے۔ (مجموع فتاویٰ ۲۰/۳۹، ۳۰)

اس تمہید کے بعد آمین کی روایات کا مختصر اور جامع جائزہ پیش خدمت ہے:

پہلی حدیث

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إذا أمن الإمام فأمنوا فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما

تقدم من ذنبه))

جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے

موافق ہو جائے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح بخاری باب جبر الامام باتا میں ج ۸۰ ص ۷۲/۷۳)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جبر سے آمین کہے۔

امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری (متوفی ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

”في قول النبي ﷺ: ((إذا أمن الإمام فأمنوا)) ما بان وثبت أن

الإمام يجهر بآمين ، إذ معلوم عند من يفهم العلم أن النبي ﷺ

لا يأمر المأموم أن يقول آمين عند تأمين الإمام إلا والمأموم يعلم أن

الإمام يقوله ، ولو كان الإمام يسر آمين لا يجهر به لم يعلم المأموم

أن إمامه قال آمين أولم يقله . ومحال أن يقال للرجل إذا قال فلان

كذا فقل مثل مقالته وأنت لا تسمع مقالته ، هذا عين المحال ، ومالا

يتوهمه عالم أن النبي ﷺ يأمر المأموم أن يقول آمين إذا قاله إمامه

وهو لا يسمع تأمين إمامه.“

نبی کریم ﷺ کے فرمان ”جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو“ سے واضح طور پر

ثابت ہوا کہ امام کو جبر سے آمین کہنی چاہیے کیونکہ ہر صاحب علم سمجھ رکھتا ہے کہ نبی ﷺ

مقتدی کو امام کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم نہیں فرماتے مگر مقتدی امام کی آمین

کو جانتا ہے۔ اور اگر امام آمین بالسر کہے بالجبر نہ کہے تو مقتدی کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ امام نے آمین کہا ہے یا نہیں کہا ہے اور یہ محال ہے کہ آدمی سے کہا جائے کہ جب فلاں یہ کہے تو تم بھی اسی طرح کہو حالانکہ تم اس کی بات نہیں سن رہے ہو یہ قطعی طور پر محال ہے اور کوئی عالم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ نبی کریم ﷺ مقتدی کو آمین اس وقت کہنے کا حکم دیں جب امام آمین کہے اور مقتدی امام کی آمین نہ سن رہا ہو۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۶ ح ۵۷۰)

کئی قرآن امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس حدیث میں آمین بالجبر مراد ہے مثلاً حدیث نعیم الحجمر رحمہ اللہ، حدیث اسحاق بن ابراہیم الزبیدی وغیرہ (تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے ان شاء اللہ)

۲: منصور بن میسرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ کہا تو آمین کہی، یہاں تک کہ ہمیں سنا دیا، آپ کے پیچھے جو (نماز پڑھ رہے) تھے انھوں نے بھی آمین کہی.....

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۵، ۹۶، حدیث ۲۶۳۳)

اس اثر کے سارے راوی ثقہ ہیں، سوائے منصور بن میسرہ (تابعی) کے۔ اگر یہ تصحیف نہیں ہے تو اس کے حالات مجھے معلوم نہیں۔

خالد بن ابی عزرہ کے بارے میں ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں: ”فلم أقف علی ترجمته ولكنہ ثقة علی قاعدة ابن حبان“

مجھے اس کے حالات نہیں ملے لیکن وہ ابن حبان کے قاعدہ پر ثقہ ہیں۔

(إعلاء السنن ج ۱ ص ۲۷۷)

دیوبندیوں کے نزدیک قرون ثلاثہ میں کسی راوی کا مجہول ہونا چنداں مضرت نہیں۔

دیکھئے اعلاء السنن (۳/۱۶۱) ولفظہ: ”والجہالۃ فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا“ اور قرونِ ثلاثہ میں مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔

۳: محدثین نے اس حدیث پر آمین بالجہر کے ابواب باندھے ہیں مثلاً:

- | | |
|--------------------|--|
| ① البخاری الامام | (باب جہر الامام بالتأمین) |
| ② ابن خزیمہ الامام | (باب الجہر بآمین عند انقضاء فاتحہ الكتاب.....) |
| ③ النسائی الامام | (جہر الامام بآمین) |
| ④ ابن ماجہ الامام | (باب الجہر بآمین) |

۴: الزین بن منیر (متوفی ۶۹۵ھ) نے کہا:

” والقول إذا وقع به الخطاب مطلقاً حمل على الجهر “

جب مطلقاً (بلا قید سر و جہر) خطاب وارد ہو (قرینے کے بغیر) تو جہر پر ہی محمول ہوگا۔ (فتح الباری ۲/۲۱۲)

۵: دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۶: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی اس حدیث کا جہری مفہوم ہی متحقق ہوتا ہے۔

دوسری حدیث

نعیم الجمر (التابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

پس آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ پھر آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی جب آپ نے

﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ پڑھا تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین

کہی۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔

پھر فرماتے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم سب سے زیادہ

رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔ (سنن نسائی یعنی الجہی ۲/۱۳۳ ح ۹۰۵، سندہ صحیح)

اس حدیث کو درج ذیل ائمہ نے صحیح قرار دیا ہے:

- ① ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۵۱)
- ② ابن حبان (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۴۵)
- ③ الدارقطنی (السنن ج ۱ ص ۳۰۶)
- ④ الحاکم (المستدرک ج ۱ ص ۲۳۲)
- ⑤ الذہبی (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۲۳۲)
- ⑥ البیہقی (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۶)
- ⑦ الخطیب (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶)
- ⑧ ابن حجر رحمہم اللہ (تعلیق العلق ج ۲ ص ۳۲۱)

محمد بن علی النیموی نے بھی اس کے متعلق ”وإسناده صحيح“ کہا ہے۔

(آثار السنن ص ۹۴ ج ۳۴۱)

اس حدیث سے امام اور مقتدیوں کا آمین بالجبر کہنا ثابت ہوتا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر ۱/۱۶)

سعید بن ابی ہلال کتب ستہ کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، ان سے اس حدیث کے راوی خالد بن یزید المصری بالاتفاق ثقہ ہیں۔ خالد کی سعید سے روایت: صحیح بخاری (کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء والغررقم الحدیث ۱۳۶) اور صحیح مسلم (کتاب الاضاحی رقم الحدیث ۱۹۷۷ قبل ۱۹۷۸) وغیرہما میں ہے جو اس امر کی قوی دلیل ہے کہ سعید سے خالد کا سماع قبل از اختلاط ہے۔ خالد بن یزید ۱۳۹ھ کو فوت ہوئے (تہذیب التہذیب ۳/۱۱۱) اور سعید بن ابی ہلال ۱۳۳ھ یا ۱۳۵ھ یا ۱۳۹ھ کو فوت ہوئے (تہذیب التہذیب ۳/۸۴) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن یزید انجی سعید بن ابی ہلال اللیثی کے قدیم شاگردوں میں سے ہے لہذا اس کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے، اسی لئے متعدد ائمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تیسری حدیث

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا:

”أخبرنا يحيى بن محمد بن عمرو بالفسطاط قال: حدثنا إسحاق ابن إبراهيم بن العلاء الزبيدي قال: حدثنا عمرو بن الحارث قال: حدثنا عبد الله بن سالم عن الزبيدي قال: أخبرني محمد بن مسلم عن سعيد بن المسيب وأبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من قراءة أم القرآن رفع صوته وقال: ((آمين))“

یحییٰ بن محمد بن عمرو نے ہمیں فسطاط میں حدیث بیان کی (انہوں نے کہا:) ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی نے حدیث بیان کی (انہوں نے کہا:) ہمیں عمرو بن حارث نے حدیث بیان کی انہوں نے عبد اللہ بن سالم عن زبیدی حدیث بیان کی (کہا:) مجھے محمد بن مسلم (الزہری) نے عن سعید بن مسیب عن ابی سلمہ (کے واسطے) سے حدیث بیان کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”جب رسول اللہ ﷺ سورۃ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور فرماتے: آمین“ (صحیح ابن حبان ۳/۱۳۷ ج ۱۸۰۳)

سند کی تحقیق

اسے درج ذیل ائمہ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

- | | |
|-------------|---|
| ① ابن حبان | (صحیح ابن حبان ۳/۱۳۷) |
| ② ابن خزیمہ | (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۷) |
| ③ الحاكم | (مستدرک ج ۱ ص ۲۲۳، معرفة السنن والآثار ۵۳۲/۱) |
| ④ الذہبی | (تخفیف المستدرک ۱/۲۲۳) |

- ⑤ الدارقطني (سنن دارقطني ۱/۳۳۵، وقال هذا اسناد حسن)
- ⑥ بیہقی (التلخیص الحمیر ج ۱ ص ۲۳۶ بلفظ: حسن صحیح)
- ④ ابن القیم (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۳۹۷)
- ⑧ ابن حجر رحمہم اللہ (التلخیص الحمیر میں تصحیح نقل کر کے سکوت کیا ہے۔)
- حافظ ابن حجر کا تلخیص میں کسی حدیث کو ذکر کر کے سکوت کرنا دیوبندی علماء کے نزدیک صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے لہذا یہ حوالہ بطور الزام پیش کیا گیا ہے۔

(دیکھئے تواعدنی علوم الحدیث للشیخ ظفر احمد تھانوی ص ۵۵ معارف السنن ج ۱ ص ۳۸۵ توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۱۱)

اس حدیث کو کسی قابل اعتماد امام نے ضعیف نہیں کہا۔

راویوں کی تحقیق

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور فقیہ صحابی ہیں۔ سعید بن المسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن بالاتفاق ثقہ ہیں۔ محمد بن مسلم، امام زہری ہیں جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ کی روایت سے ظاہر ہے۔ آپ کتب ستہ کے مرکزی راوی ہیں اور آپ کی جلالت و اتقان پر اتفاق ہے۔ (تقریب الجہد ص: ۶۲۹۶)

[امام زہری بہت کم تدلیس کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۰)

حافظ صلاح الدین کیکلدی نے جامع التحصیل میں انھیں دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے جن کے عنعنہ کو (بعض) ائمہ نے (علت قادحہ نہ ہونے کی صورت میں) قبول کیا ہے، مولانا ارشاد الحق اثری نے توضیح الکلام (۱/۳۸۸-۳۹۰) میں امام زہری پر تدلیس کے اعتراض کے جوابات دیئے ہیں۔]

تنبیہ: لیکن میری تحقیق میں راجح یہی ہے کہ امام زہری مدلس ہیں لہذا یہ سند ضعیف ہے لیکن دوسرے شواہد کے ساتھ صحیح ہے، دیکھئے: چوتھی حدیث وغیرہ۔

محمد بن الولید الزبیدی صحیحین کے راوی اور ”ثقة ثبت من كبار أصحاب الزهري“ تھے (التقریب: ۶۳۷۲) عبد اللہ بن سالم الأشعری صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ یحییٰ بن حسان

اور عبداللہ بن یوسف نے آپ کی تعریف کی ہے۔ نسائی نے کہا: ”لیس بہ بأس“ ابن حبان نے ثقہ قرار دیا، دارقطنی نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔ (ملخصاً من تہذیب التہذیب ۲۰۰/۵) ذہبی نے کہا: ”صدوق فیہ نصب“ (الکاشف ۲/۸۰)۔

ابن حجر نے کہا: ”ثقة رمي بالنصب“ (التقریب: ۳۳۵)

نصب کا الزام مردود ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ابن خزیمہ، الحاکم، بیہقی اور ابن قیم نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اس کی توثیق کی ہے۔

ان کے مقابلے میں ابو عبیدہ الآجری نے ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا تھا: علی نے ابو بکر و عمر کے قتل پر اعانت کی ہے اور ابو داؤد اس کی مذمت کرتے تھے لیکن یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے: ① جمہور کے خلاف ہے۔

② اس کا تعلق روایت حدیث کے ساتھ نہیں بلکہ اجتہادی امور کے ساتھ ہے۔

③ بقول آجری ابو داؤد ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے (التہذیب ۱۵۱/۳) اور بقول آجری عن ابی داؤد عبداللہ بن سالم ۹۷ھ کو فوت ہوا۔ (التہذیب ۲۰۰/۵) یعنی اس کی وفات کے تیس سال بعد ابو داؤد پیدا ہوئے لہذا انھیں یہ قول کس طرح معلوم ہوا؟ سند کے انقطاع کی وجہ سے بھی اس قول کی نقل مردود ہے۔

④ سوالات الآجری عن ابی داؤد کا مصنف ابو عبیدہ محمد بن عثمان الآجری ہے جس کے حالات نامعلوم ہیں۔ سوالات کا محقق محمد علی قاسم العری لکھتا ہے:

”لم أوفق في الحصول على عبارة صريحة في تعديل الآجري إذ لم

يترجم له أحد فيما أعلم حتى يذكر ما يفيد ذلك“

آجری کی توثیق کے بارے میں مجھے صریح عبارت نہیں ملی۔ میرے علم کے مطابق کسی

نے بھی اس کے حالات نہیں لکھے تاکہ وہ ذکر کرے جو اس کے بارے میں ہو۔ (ص ۴۱)

اگر یہ جرح باسند صحیح بھی ہوتی تو مردود تھی، سرفراز صفدر صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

”اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا چھٹی یا معتزلی یا مرجمی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔“

(احسن الکلام طردوم ج ۱ ص ۳۰)

عمرو بن الحارث الحمصی کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۳/۸) ابن حبان، ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، اور ابن قیم نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔ کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (دیکھئے نصب الرایۃ ۱/۱۴۹، ۳/۲۶۳، لسان المیزان ۱/۵، ۲۲۷/۵، ۳۱۳)

ان کے مقابلے میں حافظ ذہبی نے کہا ”غیر معروف العدالة“ (میزان الاعتدال ۳/۲۵۱) حافظ ابن حجر نے کہا: مقبول (التقریب: ۵۰۰)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱۔ غیر مفسر ہے ۲۔ جمہور کے خلاف ہے ۳۔ ان کے اپنے کلام میں بھی تعارض ہے۔ حافظ ذہبی نے خود عمرو بن الحارث کی حدیث کی تصحیح میں موافقت اور ابن حجر نے سکوت کیا ہے۔

”وإذا تعارضتا تساقطا“ (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۲/۵۵۳)

لہذا ثابت ہوا کہ عمرو بن الحارث ثقہ و صحیح الحدیث ہے۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی امام بخاری کی کتاب ”الأدب المفرد“ کے راوی ہیں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات (۸/۱۱۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔

ابن معین نے کہا: ”لا بأس به ولكنهم يحسدونه“ (الجرح والتعديل ۲/۲۰۹، سندہ صحیح) ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، الذہبی اور ابن قیم نے اس کی حدیث کی تصحیح و تحسین کر کے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

ان کے مقابلے میں مروی ہے کہ امام نسائی نے کہا: ”لیس بثقة“ (تہذیب التہذیب ۱/۱۸۹)

آجری نے ابوداؤد سے روایت کیا کہ محمد بن عوف نے کہا: ”ما أشك أن إسحاق بن زبريق يكذب“ (ایضاً)

ابوداؤد نے (بہ روایت الآجری) کہا: ”لیس بشی“ (میزان الاعتدال ۱/۱۸۱)
ذہبی نے کہا ”ضعیف“ ابن حجر نے کہا: ”صدوق یہم کثیراً و اطلق محمد بن عوف أنه يكذب“ (التقریب: ۳۳۰)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

- ① جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔
- ② ذہبی کا قول ان کی تصحیح کے معارض ہے۔ ”وإذا تعارضتا تساقطا“
- ③ نسائی کے قول کی سند تاریخ دمشق لابن عساکر (۷/۷۷) میں موجود ہے، اس قول کا راوی، امام نسائی کا بیٹا عبدالکریم ہے جس کا ذکر تاریخ الاسلام للذہبی (۲۵/۲۹۹) اور الانساب للسمعانی (۵/۳۸۴) میں ہے لیکن توثیق مذکور نہیں لہذا یہ مجہول الحال ہے۔ یعنی یہ قول امام نسائی سے ثابت نہیں ہے۔
- ④ آجری کی عدالت نامعلوم ہے لہذا اس کی ابن عوف و ابوداؤد سے نقل مردود ہے۔
- ⑤ یہ جرح حسد پر مبنی ہے اس لئے مردود ہے۔

اسحاق ابن ابراہیم سے بڑے بڑے اماموں نے حدیث بیان کی ہے مثلاً یعقوب بن سفیان الفارسی، محمد بن یحییٰ الذہلی، ابو حاتم الرازی، عثمان بن سعید الدارمی اور بخاری وغیرہم۔
(دیکھئے تہذیب الکمال ۲/۳۶۹)

یعقوب الفارسی اور امام بخاری صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی/بخاری، ۱۹، ۲۲۲، ۲۲۳، التکلیل للہیثمی/یعقوب، ج ۱ ص ۲۳)

لہذا الحق بن ابراہیم الزبیدی کو کذاب کہنا انتہائی غلط ہے۔
معلوم ہوا کہ اسحاق بن ابراہیم مذکور: حسن الحدیث ہے۔

چوتھی حدیث

امام ترمذی نے کہا:

”حدثنا بندار (محمد بن بشار:) حدثنا يحيى بن سعيد و
عبدالرحمن بن مهدي قالا: حدثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن
حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال: سمعت النبي ﷺ قرأ
﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾ فقال: ((آمين)) و مدبها
صوته (قال:) وفي الباب عن علي و أبي هريرة قال أبو عيسى: ”حديث
وائل بن حجر حديث حسن“

بندار نے ہمیں حدیث بیان کی (انہوں نے کہا:) ہمیں یحییٰ بن سعید و عبدالرحمن
بن مہدی نے حدیث بیان کی (انہوں نے کہا:) ہمیں سفیان نے عن سلمہ بن کھیل
عن حجر بن عنبس حدیث بیان کی کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے
نبی ﷺ سے سنا آپ نے ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ پڑھا پھر کہا:
آمین اور اپنی آواز کو اس کے ساتھ کھینچا، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی ۲/۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲)

سند کی تحقیق

- ① امام دارقطنی نے کہا: ”هذا صحيح“ (سنن دارقطنی ۱/۳۳۴، تلخیص الحجر ۱/۲۴۰)
- ② ابن حجر نے کہا: ”وسنده صحيح“ (تلخیص الحجر ۱/۲۳۶، ۲۳۷)
- ③ البغوی نے کہا: ”هذا حديث حسن“ (شرح السنۃ ۳/۵۹۳، ۵۸۶)
- ④ ابن قیم نے کہا: ”وإسناده صحيح“ (اعلام الموقعین ۲/۳۹۶)

ہمارے علم کے مطابق کسی قابل اعتماد امام نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا ہے۔

متاخرین کا متقدمین کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

راویوں کی تحقیق

- ① حجر بن عنیس ثقہ تھے۔ (اکاشف/۱/۱۵۰)
- ② سلمہ بن کہیل کتب ستہ کے راوی اور ثقہ تھے۔ (اکاشف/۱/۳۰۸)
- ③ سفیان ثوری ثقہ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ تھے۔ (التقریب: ۲۳۳۵)
- آپ مدلس بھی تھے۔ (میزان الاعتدال ۲/۱۶۹)
- آپ سے یحییٰ بن سعید القطان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔
- (دیکھئے العلیل لاحمد بن حنبل ۱/۲۰۷، الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۲، تہذیب الجذیب ۱۱/۱۹۲)
- امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ آپ سلمہ بن کہیل سے تالیس نہیں کرتے تھے۔
- (العلل الکبیر للترمذی ۲/۱۹۶۶، التہذیب لابن عبدالبر ۱/۳۳، شرح علل الترمذی لابن رجب ۲/۷۵۱)
- العلاء بن صالح نے آپ کی متابعت کی ہے۔
- (الترمذی: ۱، ۲۳۹، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۳۵، ولفظ ”فجہر بآمین“)
- سنن ابی داؤد کے تمام نسخوں میں علی بن صالح لکھا ہوا ہے۔ مگر امام بیہقی نے الخلافیات (قلمی ص ۱۵۱) میں اپنی سند کے ساتھ ابوداؤد سے یہ حدیث العلاء بن صالح کے نام سے روایت کی ہے۔ العلاء بن صالح جمہور علماء کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معین، ابوداؤد، ابو حاتم، ابن حبان، یعقوب بن سفیان، ابن نمیر اور العجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔
- امام بخاری نے کہا: ”لا یتابع“ (اس کی فلاں حدیث میں متابعت نہیں کی گئی) یہ جرح غیر مفسر ہے۔ ابن مدینی نے کہا: ”اس نے منکر احادیث بیان کی ہیں“
- جمہور کی توثیق کے مقابلے میں یہ جرح مردود ہے۔
- ذہبی نے کہا: ”ثقة یغرب“ ثقہ ہے اور غریب روایات بیان کرتا ہے۔ (اکاشف/۲/۳۰۹)
- ابوزرعہ نے کہا: ”لا بأس بہ“ (الجرح والتعدیل ۶/۳۵۷)
- ابوحاتم کا قول: ”کان من عتق الشیعة“ (میزان الاعتدال ۳/۱۰۱)

مجھے الجرح والتعديل میں نہیں ملا اور اگر یہ کلمات ان سے ثابت بھی ہوں تو مردود ہیں۔
حافظ ذہبی نے العلاء بن صالح کے ترجمہ میں عن المنہال بن عمرو عن عباد بن عبد اللہ عن علی
ایک روایت ذکر کی ہے کہ (علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں عبد اللہ ہوں، رسول اللہ ﷺ کا بھائی
ہوں اور صدیق اکبر ہوں... الخ (انظہار التحسین فی افعال التامین ص ۱۲۹، نیز دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۱۲۰)
العلاء بن صالح اس روایت میں متفرذ نہیں ہیں، بلکہ ابواسحاق نے ان کی متابعت کی ہے۔
(مستدرک ۳/۱۱۲، ۱۱۳)

اس روایت کا اصل الزام عباد بن عبد اللہ رافضی پر ہے جو سخت مجروح ہے۔ حافظ ابن تیمیہ
نے عباد کی اس روایت کو ”کذب ظاہر“ (کھلا جھوٹ) قرار دیا۔

(منہاج السنۃ ۴/۱۹۹، بحوالہ تخریج الخصال للنسائی ص ۲۵)

ذہبی نے اسے ”حدیث باطل“ کہا۔ (تلخیص المستدرک ۳/۱۱۱، ۱۱۲ ح ۲۵۸۴)
لہذا العلاء اس روایت کے الزام سے بری ہے۔

سفیان ثوری کی حدیث کے متن کی تحقیق

سفیان سے یہ روایت ابن مہدی، یحییٰ بن سعید، الحاربی، اور کعب نے ”مدبھا صوتہ“ اور
”یمدبھا صوتہ“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے۔

محمد بن کثیر، الفریابی، قبیسہ اور ابوداؤد الحنفی نے ”رفع بھا صوتہ“ اور ”یرفع بھا
صوتہ“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے لہذا دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ایک دوسرے کی
توضیح کرتی ہیں۔

محمد بن کثیر کی روایت سنن دارمی (۱/۲۸۳) اور سنن ابی داؤد (۱/۵۷۴ ح ۹۳۲) میں موجود
ہے۔ آپ کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا: ”الحافظ الثقة“ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۸۳) اور ابن معین کی جرح
نقل کر کے بطور تردید فرمایا: یہ شخص پل عبور کر گیا ہے (اس پر جرح مردود ہے) اور ہمارے

الحسن بن علی بن عفان صدوق ہیں۔ (التقریب: ۱۳۳۱)

امام دارقطنی وغیرہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۲/۲۶۱)

ان کے شاگرد ابو العباس محمد بن یعقوب بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۸۶۰ تا ۸۳۵)
ابو العباس کے شاگرد ابو عبد اللہ الحاکم صاحب المستدرک صدوق مشہور ہیں۔

(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۳۹ تا ۹۶۲، میزان الاعتدال ۳/۶۰۸)

② الفریابی نے ”یرفع صوتہ“ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔ (سنن دارقطنی ۱/۳۳۳)

محمد بن یوسف بن واقد الفریابی کتب سے کہتے ہیں کہ ”الإمام الحافظ شیخ الإسلام“
تھے۔ (اللبلاء ۱۰/۱۱۳)

آپ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معین وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔

الفریابی سے حمید بن زنجویہ نے یہ حدیث بیان کی، حمید ثقہ ثبت ہے۔ (التقریب: ۱۵۵۸)

ابن زنجویہ کے شاگرد یحییٰ بن محمد بن صاعد ”الحافظ الإمام الثقة“ تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ۲/۷۷۶)

ابن صاعد سے امام دارقطنی بیان کرتے ہیں جو بالاتفاق ثقہ اور معتدل امام تھے۔

③ قبیسہ نے بھی ”یرفع بہا صوتہ“ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۳۴۳ ح ۱۱۱)

شعبہ کی روایت

سلمہ بن کہیل سے حجر بن عننس اور علقمہ بن وائل کی سند کے ساتھ امام شعبہ نے جو روایت بیان کی ہے وہ سفیان ثوری اور العلاء بن صالح وغیرہما کی روایت کے خلاف ہے۔ یہ روایت مسند احمد (۳/۳۱۶) سنن دارقطنی (۱/۳۳۳) سنن بیہقی (۲/۵۷، ۵۸) مسند طرابلسی (۱۰۲۳) صحیح ابن حبان (۳/۱۲۶ ح ۱۸۰۲) اور مستدرک حاکم (۲/۲۳۲) وغیرہ میں ہے۔ شعبہ سے محمد بن جعفر اور یزید بن زریع نے ”أخفی بہا صوتہ“ (آپ نے اپنی آواز پست

رکھی) کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی، ابو داؤد طیالسی، عمرو بن مرزوق اور سلیمان بن حرب وغیرہ نے ”خفص بھا صوتہ“ اور ”یخفص بھا صوتہ“ (اپنی آواز پست رکھی) کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

ابو الولید الطیالسی سے اختلاف ہے، ان کے شاگرد اسماعیل بن اسحاق القاضی (ثقة بالاجماع) کی روایت میں ”یخفص بھا صوتہ“ کے الفاظ ہیں۔ حاکم اور ذہبی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے، ابراہیم بن مرزوق (متکلم فیہ) کی روایت میں ”رافعاً بھا صوتہ“ کے الفاظ ہیں۔ ابن مرزوق کی روایت شاذ اور اسماعیل القاضی کی روایت محفوظ ہے۔ شعبہ سے عبدالصمد اور وہب بن جریر نے یہ حدیث بیان کی ہے، اس میں خفص وغیرہ الفاظ نہیں، بلکہ ”قال آمین“ (آپ نے آمین کہی) کے الفاظ ہیں۔ (صحیح ابن حبان ۱۳۶/۳)

حافظ ابن حبان نے اس پر ”باب أن يجهر بآمين“ باندھا ہے۔

عبدالصمد بن عبدالوارث کتب ستہ کے راوی اور صدوق ثبت فی شعبہ ہیں۔ (التقریب: ۱۰۸۰)

وہب بن جریر بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۷۳۷۲)

اور ان دونوں تک سند بالکل صحیح ہے، معلوم ہوا کہ شعبہ سے روایت میں ان کے شاگردوں کا اختلاف ہے، شعبہ بن الحجاج کتب ستہ کے راوی ثقہ حافظ متقن تھے۔ (التقریب: ۲۷۹۰)

مگر جمہور غیر جانبدار محدثین نے متعدد علل کی وجہ سے آپ کی اس روایت کو خطا (غلط) اور سفیان کی روایت کو صواب قرار دیا ہے۔

حاکم اور حافظ ذہبی نے اگر شعبہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے تو امام بخاری اور امام ابو زرعہ نے شعبہ کی حدیث کو خطا اور ثوری کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (العلل الکبیر للترمذی ۱/۲۱۷)

امام دارقطنی نے کہا: ”یقال أنه وهم فيه لأن سفیان الثوری ومحمد بن سلمة بن کھیل وغیر ہما رووا عن سلمة فقالوا: ورفع صوتہ بآمين وهو الصواب“

(سنن دارقطنی ۱/۳۳۳/۱۲۵۶)

امام بیہقی نے کہا: ”وقد أجمع الحفاظ: محمد بن إسماعيل وغيره على أنه أخطأ في ذلك“ (معرفۃ السنن والآثار قمی ۱/۲۱۰)

☆ سفیان ثوری کی حدیث کو شعبہ کی روایت پر کئی لحاظ سے ترجیح حاصل ہے:

① سفیان کی العلاء بن صالح (ثقة) نے متابعت کی ہے اور شعبہ کا کوئی متابع نہیں۔

② سفیان کی روایت کے دو شاہد ہیں، اور شعبہ کا کوئی شاہد نہیں۔

شاہد نمبر ۱:

کہا جاتا ہے علقمہ بن وائل نے بھی یہ حدیث ”بجهر بآمين“ اپنے والد وائل بن حجر رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔ (مسند احمد ۴/۳۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۵۸)

علقمہ بن وائل صحیح مسلم کے راوی ہیں، ابن سعد اور ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(التحذیب ۷/۲۳۷)

ناقابل تردید دلائل سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے والد سے احادیث سنی ہیں۔

(دیکھئے صحیح مسلم: ۱۶۹۸۰ اور ترمذی دار السلام: ۴۳۸۷)

علقمہ سے ابواسحاق (عمرو بن عبداللہ البمدانی) راوی ہیں، آپ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ

عابد تھے۔ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (التقریب: ۵۰۶۵)

آپ مدلس بھی تھے۔ (دیکھئے طبقات المدلسین: ۳۷۹۱)

آپ سے شریک نے یہ حدیث بیان کی ہے، آپ سے شریک کی روایت قبل از اختلاط ہے

کیونکہ وہ آپ سے قدیم السماع تھے۔ (میزان الاعتدال ۲/۲۷۳)

سماک نے ابواسحاق کی متابعت کی ہے۔ (کتاب التمهیر لمسلم ص ۸، ۹ قمی)

سماک صحیح مسلم کے راوی اور صدوق تھے، مگر مد سے ان کی روایت میں خاص کراضطراب

ہے اور وہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور تلقین قبول کر لیتے تھے۔ (التقریب: ۵۰۶۵)

شریک بن عبداللہ القاضی صحیح مسلم کے راوی ”صدوق یخطئ کثیراً تغیر حفظہ منذ

ولِي الْقَضَاءُ بِالْكَوْفَةِ وَكَانَ عَادِلًا فَاضِلًا عَابِدًا شَدِيدًا عَلَى أَهْلِ الْبِدْعِ“ تھے۔

(التقریب: ۲۷۹۷)

یعنی منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ کمزور پڑ گیا تھا، ایسے راوی سے روایت متابعات میں جب کہ اصل صحیح یا حسن ہو تو پیش کی جاسکتی ہے۔ شریک سے اسود بن عامر (ثقة) نے اور ان سے احمد بن حنبل وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

شاہد نمبر ۲:

کہا جاتا ہے کہ عبد الجبار بن وائل نے بھی یہ حدیث اپنے والد سے آمین بالجہر کے مفہوم کے ساتھ بیان کی ہے۔ (دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۸۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۲۲۵ ج ۲، ۷۹۵، مسند احمد: ۴/۳۱۵ ج ۱، ۱۸۸۳، سنن ۱۸۸۳، دارقطنی: ۱/۳۳۲ ج ۱، ۱۲۵۹، نسائی، بحوالہ نصب الرایۃ: ۱/۳۱۱)

عبد الجبار بن وائل صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ تھے، ان کے والد سے ان کی روایت مرسل ہے۔ (التقریب: ۲۷۴۳)

دیوبندیوں کے نزدیک مرسل حجت ہے۔ (احسن الکلام: ۱/۲۶۲)

دیگر محدثین کے نزدیک مرسل ضعیف ہوتی ہے مگر صحیح و حسن لذاتہ روایت کی تائید اور اعحصاد (تقویت) کی صورت میں اسے شواہد میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ عبد الجبار سے ابو اسحاق وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے، ابو اسحاق سے زہیر، یونس بن ابی اسحاق، زید بن ابی انیسہ اور ابو بکر بن عیاش نے یہ حدیث بیان کی۔ زہیر ثقہ ثبت ہیں مگر ان کا سماع ابو اسحاق سے آخری عمر کا ہے، آپ کتب ستہ کے راوی ہیں۔ (التقریب: ۲۰۵۱)

یونس صحیح مسلم کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں آپ کو کچھ اوہام بھی ہوئے ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا: ”بل هو صدوق ما بہ بأس“ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۸۳)

زید کتب ستہ کے راوی اور ثقہ لہ افراد تھے۔ (التقریب: ۲۱۱۸)

ابو بکر بن عیاش قول راجح میں جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں لہذا حسن الحدیث ہیں۔

دیکھئے نور العینین (طبع جدید ص ۱۶۸)

- ③ جمہور محدثین نے شعبہ کی روایت کو خطا اور ثوری کی روایت کو صواب قرار دیا ہے۔
- ④ شعبہ کی روایت میں اضطراب ہے یہ بات ابو بکر الاثرم نے کہی ہے جبکہ سفیان کی روایت میں اضطراب نہیں ہے۔ (دیکھئے تلخیص الحیر ۱/۳۳۷)
- ⑤ محدثین کا قاعدہ اور ضابطہ ہے کہ سفیان اور شعبہ کی روایت میں جب بھی اختلاف ہو تو سفیان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی، امام بیہقی نے کہا:

”لا أعلم إختلافاً بین أهل العلم بالحديث أن سفیان و شعبه إذا

اختلفا فالقول قول سفیان“

علم حدیث کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب سفیان اور شعبہ کے مابین اختلاف ہو تو سفیان کا قول راجح ہوگا۔

(اعلام الموقعین ۲/۳۹۶، عون المعبود ۳/۲۰۷، الخلائیات للبیہقی ۱/۵۰ قلمی)

یحییٰ القطان نے کہا: جب شعبہ سفیان کی مخالفت کرے تو میں سفیان کے قول کو لیتا ہوں۔

(المرجح والتعدیل ۲/۲۲۳، ۲۲۴ وسندہ صحیح، تہذیب التہذیب ۲/۱۰۱)

یعنی حدیث کی روایت میں نیز ملاحظہ فرمائیں: (شرح علل الترمذی لابن رجب ج ۱ ص ۱۵۶، ۱۷۷)

- ⑥ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت (جز کہ ثوری کی سند کے ساتھ ہے) کے دیگر صحابہ سے شواہد بھی ہیں جب کہ شعبہ کی روایت کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات گزر چکی ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں: اس باب میں علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت

امام ابن ماجہ نے کہا:

”حدثنا عثمان بن أبي شيبة: ثنا حميد بن عبد الرحمن: ثنا ابن

أبي لیلی عن سلمة بن كهیل عن حجة بن عدي عن علي قال:
سمعت رسول الله ﷺ إذا قال ولا الضالین، قال: آمین“
عثمان بن ابی شیبہ نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں حمید بن عبدالرحمن نے
حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں ابن ابی لیلی نے حدیث بیان کی وہ سلمہ بن کہیل سے
وہ حجیہ بن عدی سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
سے سنا، آپ ﷺ نے جب ولا الضالین کہا تو آمین کہی۔

(سنن ابن ماجہ ۱/۲۷۸ حدیث ۸۵۳)

امام بیہقی نے کہا:

”أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان ببغداد: أن أبا أبو الحسين بن
عثمان المري (!): ثنا محمد بن علي الوراق: ثنا عثمان بن أبي شيبة:
ثنا حميد بن عبد الرحمن الرواس عن محمد بن عبد الرحمن بن
أبي لیلی عن سلمة بن كهیل عن حجة بن عدي عن علي رضي الله
عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول ((آمین)) إذا قرأ غير المغضوب
عليهم ولا الضالین“

ابو الحسین بن الفضل نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا:) ابو الحسین بن عثمان نے
حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں محمد بن علی نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں عثمان
بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں حمید بن عبدالرحمن الرواس نے، وہ
محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی سے، وہ سلمہ بن کہیل سے، انھوں نے حجیہ بن عدی
(کے واسطے سے) حدیث بیان کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
سے سنا جب آپ ﷺ نے ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾
کہا تو آمین کہی۔ (المخالفات قلمی ص ۵۲)

سند کی تحقیق

جعیہ بن عدی کو ابن حبان اور العجلی نے ثقہ کہا۔ ابو شیحی نے بھی توثیق کی۔ ترمذی نے اس کی ایک حدیث کو حسن صحیح کہا (۱۵۳۹، الاضاحی) ذہبی نے کہا: ”وہو صدوق إن شاء الله“ (میزان الاعتدال ۱/۴۶۶)

ابن حجر نے کہا: ”صدوق یخطی“ (التقریب رقم ۱۱۵۰)

ابو حاتم نے کہا: ”لا یحتج بحدیثہ شبیہ بالمجهول“ ابن سعد نے کہا: ”کان معروفاً و لیس بذاك“، ابن المدینی نے کہا: ”لا أعلم روى عنه إلا سلمة بن كهیل“ ابن حجر نے کہا: ”روى عنه الحكم بن عتيبة و سلمة بن كهیل و أبو إسحاق السبيعي“ حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حاکم نے کہا: ”ولم یحتج بحجیة بن عدی و هو من كبار أصحاب أمير المؤمنين علي رضي الله عنه“ معلوم ہوا کہ جعیہ عند الجمہور صدوق ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔ سلمہ بن کہیل ثقہ ہیں۔ (جیسا کہ گزر چکا ہے)

محمد بن عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ مگر اہل الرائے اس کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

(راجع نور الصباح ص ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵

ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) آمین بالجبر کے قائل تھے۔ کوئی صحابی آمین بالسر کا قائل نہیں تھا، کسی صحابی سے خفیہ آمین باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے۔

پانچویں حدیث

امام ابو یعلیٰ الموصلی نے کہا:

”ثنا هدية قال: ثنا هارون بن موسى النحوي عن ثابت عن ابن أم الحصين عن جدته أنها سمعت النبي ﷺ يقرأ: ((مالك يوم الدين)) فقرأ حتى بلغ ولا الضالين قال: آمين“

ہمیں ہدیہ نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں ہارون بن موسیٰ النحوی نے حدیث بیان کی وہ ثابت سے وہ ابن ام الحصین سے وہ اپنی دادی (ام الحصین) سے بیان کرتے ہیں کہ: میں نے نبی ﷺ کو مالک یوم الدین پڑھتے ہوئے سنا، پس آپ نے قرأت کی حتیٰ کہ ولا الضالین پر پہنچ گئے، (تو) کہا: آمین (مجموع ابویعلیٰ ص ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵)

یہ سند حسن لذاتہ ہے، راویوں کا مختصر اور جامع تعارف درج ذیل ہے:

ہدیہ بن خالد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة عابد، تفرد النسائي

بتليينه“ ثقة عابد تھے، ان پر جرح میں امام نسائی منفرد ہیں۔ (التقريب: ۷۲۶۹)

ہدیہ پر امام نسائی کی جرح باسند صحیح ان سے ثابت نہیں ہے، ہمیں یہ جرح کتاب الضعفاء للنسائی اور سنن النسائی میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم

ہدیہ مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، اگر ان پر امام نسائی کی جرح باسند صحیح ثابت بھی ہو جائے تو بھی جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ہارون بن موسیٰ النحوی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة مقري إلا أنه رمي

بالقدر“ ثقہ، قاری قرآن تھے، مگر ان پر قدری ہونے کا الزام ہے۔ (التقريب: ۷۲۳۶)

صحیحین کے اس راوی پر قدری ہونے کا الزام مردود ہے۔ واللہ

ثابت بن اسلم البنانی، کتب ستہ کے راوی اور ”ثقة عابد“ تھے۔ (التقریب: ۸۱۰)

یحییٰ بن ام الحصین ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۷۵۳۲)

ام الحصین رضی اللہ عنہما صحابیہ ہیں۔ (التقریب: ۸۷۲۰)

معلوم ہوا کہ یہ سند صحیح یا کم از کم حسن لذاتہ ہے۔

آثار صحابہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر

امام ابن خزیمہ نے کہا:

”نا محمد بن یحییٰ: نا أبو سعید الجعفی: حدثني ابن وهب:

أخبرني أسامة وهو ابن زيد عن نافع عن ابن عمر: كان إذا كان مع

الإمام يقرأ بأبم القرآن فأمن الناس أمن ابن عمر ورأى تلك السنة.“

(صحیح ابن خزیمہ/ ۱/ ۲۸۷ ح ۵۷۲)

محمد بن یحییٰ نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) ہمیں ابو سعید الجعفی نے حدیث بیان

کی (کہا) مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی (کہا) مجھے اسامہ بن زید نے نافع

سے حدیث بیان کی کہ ابن عمر جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے، سورہ فاتحہ پڑھتے پھر

لوگ آمین کہتے تو آپ (رضی اللہ عنہ) بھی آمین کہتے، اور اسے سنت قرار دیتے۔

سند کی تحقیق

نافع مولیٰ ابن عمر ”ثقة ثبت فقیہ مشہور“ (التقریب: ۷۰۸۲)

اسامہ بن زید (اللثی ابو زید المدنی) صحیح مسلم کا راوی ہے اور عند الجمہور ثقہ و صدوق ہے۔

ابن وہب عن اسامہ بن زید عن نافع عن ابن عمر کی سند سے متعدد روایات صحیح مسلم میں موجود

ہیں۔ (راجع تحفۃ الاشراف للزی ۱/ ۵۳، ۵۵)

یحییٰ بن سعید، احمد بن حنبل، ابو حاتم، نسائی، البرقی اور ابو العرب نے جرح کی ہے۔ یحییٰ بن معین،

ابن عدی، العجلی، مسلم، ابن حبان (وقال: يخطي) ابن شاہین اور یعقوب ابن سفیان وغیرہم نے ثقہ صدوق و صحیح الحدیث کہا ہے، آجری کی روایت کے مطابق ابوداؤد نے اسے صالح قرار دیا۔ الحاکم اور ابونعلی الطوسی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔

ابن عدی کا قول ہے: ”یروي عنه ابن وهب نسخة سالحة ليس بحديثه بأس“ (ملخصاً من تہذیب الکمال مع الباش ۲/۳۳۷-۳۵۱ و تہذیب التہذیب ۱/۲۰۹، ۲۱۰ وغیرہما) ذہبی نے کہا: ”الإمام العالم الصدوق“ (سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۲) اور کہا: ”صدوق قوي الحديث والظاهر أنه ثقة“

(معرفة الرواة المحكم فيهم لا يوجب الرد للذہبی ص ۶۲ رقم ۲۶)

البوصیری نے الزوائد میں اس کی ایک حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (سنن ابن ماجہ ۲/۱۰۱۴ ح ۳۰۵۲) امام زیلعی حنفی نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا۔ (نصب الرایۃ ۳/۱۶۲) علی بن المدینی نے کہا: ”كان عندنا ثقة“ (سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رقم ۱۰۳ ص ۹۸) محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ثقہ ہے اور اس پر جروح مردود ہیں۔

دیکھئے میری کتاب ”الأسانید الصحیحة فی أخبار أبی حنیفة“ (ص ۸۱) شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے ابن سید الناس سے نقل کیا کہ ”إسناده حسن“ (تعلیق المغنی ۱/۲۵۲) یعنی اس کی ایک روایت بلحاظ سند حسن ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے لہذا اس کی حدیث حسن ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ”وقد يرتقى حديثه إلى رتبة الحسن“ (سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۳) حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق یہم“ (التقریب ۷/۳۱)

حافظ صاحب امام ابن عدی سے ایک راوی کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ”لم أره متناً مكرراً وبما یہم وهو حسن الحدیث“ (تذکرۃ ابن عدی ۳/۸۷۸، اللسان المزین ۳/۶۹)

معلوم ہوا کہ یہم والی روایت کا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے (بشرطیکہ اس کے موثقین زیادہ ہوں اور روایت مذکورہ میں اس کا وہم ہونا ثابت نہ ہو۔)

دیوبندیوں کا اصول ہے کہ مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ﴿وَكَذَا إِذَا كَانَ الرَّاوي مَخْتَلِفًا فِيهِ: وَثَقَهُ بَعْضُهُمْ وَضَعَفَهُ بَعْضُهُمْ فَهُوَ حَسَنُ الْحَدِيثِ﴾ (تواعدنی علوم الحدیث ص ۴۶ مع تحقیق ابی غدة الحظی) اور اسامہ بھی مختلف فیہ راوی ہیں۔ بعض نے جرح کی اور اکثر و جمہور علماء نے انھیں ثقہ قرار دیا لہذا ان کی حدیث بذات خود حسن ہے۔ واللہ اعلم

ابن وہب کتب ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔ (التقریب: ۳۶۹۴) ابوسعید (یحییٰ بن سلیمان) الجعفی، صحیح بخاری کا راوی ہے، اس سے ابوزرعہ وغیرہ نے روایت کی۔ ابوزرعہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (لسان المیزان ۴/۴۱۶) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔ (کتاب الثقات ۹/۲۶۳ وقال: ربما اغرب) دارقطنی نے کہا: ثقہ

مسلمہ بن قاسم نے کہا: ”لابأس به وکان عند العقيلي ثقة وله أحاديث مناكير“ (مسلمہ بذات خود ضعیف ہے)

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے روایت کی ہے، ابو حاتم نے کہا: ”شیخ“ ان کے مقابلے میں امام نسائی نے کہا: ”لیس بثقة“ حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق یخطئ“ (ملخصاً من تہذیب التہذیب ۱۱/۲۲۷ و تقریب التہذیب: ۵۶۳ و غیر ہما) جمہور کے مقابلے میں یہ جرح مردود ہے، لہذا ابوسعید الجعفی کی حدیث حسن لذاتہ ہے۔

ان کے شاگرد محمد بن یحییٰ (الذہبی) ثقہ حافظ جلیل تھے۔ (التقریب: ۶۳۸) ☆ خلاصہ یہ کہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے، لہذا شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا اسے

اسنادہ ضعیف کہنا قرین صواب نہیں ہے۔ واللہ اعلم
امام بیہقی لکھتے ہیں:

”وروینا عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أنه کان یرفع بها صوتہ إماماً
کان أو مأموماً“

ابن عمر رضی اللہ عنہما امام ہوتے یا مقتدی، (دونوں صورتوں میں) آمین بلند آواز سے کہتے
تھے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۵۹)

ان کا غالباً اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

”وقال نافع: کان ابن عمر رضی اللہ عنہما لا یدعہ ویحضہم
وسمعت منہ فی ذلك خیراً“

نافع نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین (کہنا) نہیں چھوڑتے تھے اور انھیں (اپنے شاگردوں کو)
اس کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے اس سلسلہ میں ان سے ایک خبر سنی ہے۔

(بخاری مع فتح الباری ۲/۲۰۹)

”بعض روایات میں ہے کہ خیر سنی ہے۔“ یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۲۶۴۱) میں

موصولاً موجود ہے۔

تنبیہ: مصنف عبدالرزاق (۲/۹۷) میں ابن جریج کے بعد ”أخبرت نافع“ چھپ
گیا ہے۔ جبکہ صحیح ”أخبرني نافع“ ہے جیسا کہ فتح الباری (۲/۲۰۹) میں ہے۔

فوائد ابن معین میں صحیح سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے:

أن ابن عمر کان إذا ختم أم القرآن لا یدع آمین ، یؤمن إذا ختمها و
یحضهم علی قولها و سمعت منہ فی ذلك خیراً

ابن عمر جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین (کہنا) نہ چھوڑتے، جب فاتحہ ختم کرتے
تو آمین کہتے اور اسے کہنے کی ترغیب دیتے، میں نے ان سے اس کے متعلق ایک

روایت بھی سنی ہے۔

یہ روایت ابن حجر نے تغلیق التعلیق (۳۱۹/۲) میں اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن معین سے نقل کی ہے۔

(۲) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما صحیح بخاری میں ہے:

” قال عطاء: آمین دعاء أمن ابن الزبیر ومن ورائه حتی أن للمسجد للجة“

اور عطاء نے کہا: آمین ایک دعا ہے، ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں نے جو ان کے پیچھے تھے (اتنی بلند آواز سے) آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ (مع فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۸) یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۲۶۴۰) و عند ابن حزم فی المحلی (ج ۳/۲۶۴) مصنف ابن ابی شیبہ (۴۲۷/۲) مسند الشافعی بترتیب محمد عابد السندی (۱/۸۲ ح ۲۳۰، ۲۳۱) کتاب الثقات لابن حبان (۶/۲۶۵) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۵۹) تغلیق التعلیق (۲/۳۱۸) میں باسند صحیح موجود ہے۔

اس حدیث کے راوی عطاء بن ابی رباح کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں:

” ثقة فقیه فاضل لکنه کثیر الإرسال “ (التقریب: ۳۵۹۱)

وہ کتب ستہ کے مرکزی راوی ہیں، ان کی یہ روایت ان کا مشاہدہ ہے لہذا متصل ہے مرسل نہیں ہے، عطاء سے امام ابن جریج اس حدیث کے راوی ہیں، ابن معین، ابن سعد، ابن حبان، العجلی اور الذہبی وغیرہم نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے، ان پر حبیب اللہ ذیروی کی متعدد والی جرح بلا سند اور مردود ہے۔

(مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں میری کتاب ”نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین“ کا مقدمہ ص ۳۰-۳۲)

آپ مدلس تھے مگر آپ نے کہا:

” إذا قلت قال عطاء فأنا سمعته منه وإن لم أقل سمعت“

یعنی اگر میں کہوں کہ عطاء نے کہا ہے، تو وہ میں نے اس سے سنا ہے، اگرچہ میں سماع کی تصریح نہ کروں۔ (العلیق الکبیر لابن خیثمہ ص ۱۵۲، وسندہ صحیح، تہذیب المعجم ج ۶ ص ۳۶۰)

مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج کی عطاء سے سماع کی تصریح بھی ہے، الفاظ یہ ہیں:

” قال: قلت له: أكان ابن الزبير يؤمن على اثر أم القرآن؟ قال نعم

يؤمن من وراءه حتى أن للمسجد للجة“

ابن جریج نے کہا: میں نے (عطاء بن ابی رباح) سے پوچھا کیا ابن زبیر (رضی اللہ عنہ)

فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں اور جوان کے پیچھے (نماز

پڑھتے تھے) وہ بھی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۹۶، ۹۷)

ابن جریج سے یہ حدیث عبدالرزاق (مصنف: ۲۶۴۰) محمد بن بکر (تغلیق العلیق ۲/۳۱۸

بحوالہ مسند اسحاق بن راہویہ) مسلم بن خالد (مسند الشافعی ۱/۸۲) سفیان بن عیینہ

(بلفظ لعله: مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۷) خالد بن ابی نوف (کتاب الثقات لابن حبان

۲/۲۶۵) نے بیان کی ہے۔

عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ تھے۔ حافظ ذہبی

نے کہا: ”الحافظ الكبير عالم اليمن الثقة الشيعي“ (النبلاء ۹/۵۶۳، ۵۶۴)

محمد بن بکر البرسانی کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ تھے۔

حافظ ذہبی نے کہا: ”الإمام المحدث الثقة“ (سیر اعلام النبلاء ۹/۴۲۱)

مسلم بن خالد عند الجمہور ضعیف تھے ابن حبان، ابن عدی، ابن معین اور دارقطنی نے انھیں

ثقہ کہا۔ احمد، ابن معین (فی الروایۃ)، ابن مدینی، بخاری، ابن سعد اور الساجی وغیرہ نے ان

پر جرح کی۔ بخاری کی جرح انتہائی شدید ہے مگر بعد کے الفاظ میں کچھ نرمی پیدا کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ”فقیہ صدوق كثير الأوهام“ (التقریب: ۶۶۲۵)

خلاصہ یہ کہ مسلم الزنجی حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر صحیح اور حسن حدیث کے شواہد میں اس

کی روایت پیش کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم

سفیان بن عیینہ کتب ستہ کے راوی، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، مجتہد تھے:

”إلا أنه تغير حفظه بآخرة وكان ربما دلس لكن عن الثقات“ (التقریب: ۲۴۵۱)
ابوبکر بن ابی شیبہ کا ان سے سماع قبل از اختلاط کا ہے کیونکہ ابوبکر کی ان سے روایات صحیح مسلم
وغیرہ میں موجود ہیں، خالد بن ابی نوف کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (۲۶۴/۶)
ہمارے علم کے مطابق اس پر کسی نے بھی جرح نہیں کی، ابن حجر نے ”مقبول“ (عند المتابعین)
قرار دیا۔ (التقریب: ۱۶۸۳)

لہذا اس کی روایت شواہد میں مقبول ہے اور وہ مجہول الحال ہے۔ واللہ اعلم
خالد سے مطرف بن طریف اس روایت کے راوی ہیں جو کہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ
فاضل تھے۔ (التقریب: ۶۷۰۵)

مطرف سے ابو حمزہ السکری (محمد بن میمون المروزی) نے یہ حدیث بیان کی ہے، جو کہ کتب ستہ
کا راوی اور ثقہ فاضل تھا۔ (التقریب: ۶۳۴۸)
ابو حمزہ سے علی بن الحسن بن شقیق نے یہ حدیث بیان کی جو کہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔
(التقریب: ۴۷۰۶)

علی بن الحسن سے اسحاق بن ابراہیم یعنی امام ابن راہویہ اور احمد بن منصور المروزی نے یہ
حدیث بیان کی ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم صحیحین کے راوی اور ثقہ حافظ مجتہد قرین احمد بن حنبل تھے۔
التقریب (۳۳۵) میں ہے کہ ابو داؤد نے ان کے متعلق کہا: ان کا حافظہ زندگی کے آخری
ایام میں متغیر ہو گیا تھا، لیکن حافظ ذہبی نے ابو داؤد کی طرف منسوب اس قول کی تردید کرتے
ہوئے کہا: ”فهذه حكاية منكرة“، یعنی یہ تغیر والی حکایت منکر ہے۔ (اللباء ۱۱/۳۷۷)

اور اختلاط کے الزام کی زبردست تردید کی ہے۔

(یاد رہے کہ ابوداؤد سے اس قول کا راوی ابو عبید محمد بن علی الآجری ہے جو کہ مجہول الحال ہے، دیکھئے تیسری حدیث اگرچہ حافظ ذہبی نے کہا: ”وما علمت أحداً لینه“ تو ہم کہتے ہیں: ”وما علمنا أحداً وثقه“)

لہذا تغیر اور اختلاط کا الزام بالکلیہ مردود ہے۔

احمد بن منصور المروزی صحیح مسلم کا راوی اور صدوق تھا۔ (التقریب: ۱۱۳)

ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا۔

(صحیح مسلم کا راوی ہونے میں اس کے متعلق اختلاف ہے، ابو حاتم نے کہا: صدوق تھا)

امام ابن راہویہ سے ان کے ”راویہ“ (مشہور شاگرد) عبداللہ بن محمد (بن عبدالرحمن بن شیروہ)

نے یہ حدیث بیان کی۔ ابن شیروہ: ”الإمام الحافظ الفقيه“ تھا۔ (اللباب: ۱۳۶/۱۶۶)

”وسمع المسند كله من إسحاق أيضاً وراجع التقييد لمعرفة رواة السنن

والمسانيد لإبن نقطة“ (ص ۳۱۹ رقم ۳۸۲)

حاکم نے کہا: ”واحتجوا به“ (ایضاً)

اس کی احادیث سے صحیح ابن حبان بھری پڑی ہے مثلاً: (دیکھئے ج ۱۶، ۲۸، ۲۸۱، ۵۱)

عبداللہ بن محمد الازدی سے ابن حبان نے یہ روایت بیان کی۔ (کتاب الثقات ۶/۲۶۵)

احمد بن منصور سے ابوبکر محمد بن الحسین القطان نے یہ حدیث بیان کی، اس شخص کو ابن ناجیہ

نے ”یکذب“ کے الفاظ کے ساتھ متہم کیا ہے۔

امام دارقطنی نے کہا: ”لیس به بأس“ (تاریخ بغداد ۲/۲۳۲)

امام بیہقی نے اس کی ایک روایت کو ”صحیح“ قرار دیا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۳۲۹)

معلوم ہوا کہ وہ جمہور کے نزدیک ”لیس به بأس“ اور ”صحیح الروایة“ ہے لہذا اس

کی روایت شواہد میں پیش کی جاسکتی ہے۔

ابوبکر القطان کا شاگرد ابویعلیٰ حمزہ بن عبدالعزیز الصید لانی المہلسی النیسابوری تھا۔

حافظ ذہبی نے کہا: ”الشیخ الثقة العالم ، شیخ الأطباء“

(سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۶۳، نیز دیکھئے العمر ۲/۲۱۲، وفيات سنة ۳۰۶ھ الانساب ۳/۵۷۳، اللباب ۲/۲۵۳، تذکرة الحفاظ ۳/۱۰۶۳، شذرات الذهب ۳/۱۸۱، الحلقۃ الاولی من تاریخ نيسابور المنتخب من السياق للامام عبدالغافر ص ۳۱۵، ۳۱۶، رقم ۶۲۶)

☆ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سند بالکل صحیح ہے لہذا امام بخاری کا اسے بطور جزم بیان کرنا بجائے۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

”یہ روایت خود ان (علی بن الحسن بن شقیق) کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔“ (اظہار التحسین ص ۶۸)

علی بن الحسن نے ابو حمزہ کی ”کتاب الصلوٰۃ“ کی ایک حدیث میں اشتباہ کی وجہ سے تمام ”کتاب الصلوٰۃ“ (کو بیان کرنا) چھوڑ دیا تھا، انھوں نے حدیث مذکور کو ابو حمزہ سے بیان کیا ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں: ”ثنا علی بن الحسن قال: ثنا أبو حمزہ السنکری“ (کتاب الثقات ۶/۲۶۵)

معلوم ہوا کہ علی بن الحسن نے یہ حدیث ابو حمزہ سے سنی ہے، اور آگے اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کی ہے لہذا یہ حدیث ابو حمزہ السنکری کی ”کتاب الصلوٰۃ“ کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے علی بن الحسن نے سنی ہے اور ان کے نزدیک معتبر ہے اسی لئے انھوں نے اپنے دو شاگردوں کو یہ حدیث بطور تحدیث سنائی ہے۔

(ابو حمزہ السنکری ۱۶۶ھ کو فوت ہوئے/تہذیب الجزیب، اظہار التحسین ص ۶۹)

علی بن الحسن بن شقیق ۱۳۷ھ کو پیدا ہوئے (تہذیب ۷/۲۹۹) یعنی وہ ابو حمزہ کی وفات کے وقت ۲۹ سال کے تھے کسی محدث نے یہ نہیں کہا کہ آپ کا سماع ابو حمزہ سے بعد از اختلاف کا ہے۔ بلکہ حافظ ابن حبان نے ابو حمزہ سے ان کی روایت کو صحیح قرار دیا۔

(راجع صحیح ابن حبان ۳/۷۰، رقم ۲۳۲۳)

حافظ بیٹھی نے اس کی تصحیح پر سکوت کیا ہے۔ (موارد الظمان: ۶۷۹)
حافظ ابن حجر نے بھی سکوت کیا ہے۔ (التلخیص الحمیر ۲/۱۶ ج ۵۲۲)
اس کی تصحیح ابن السکن سے اور تقویت احمد بن حنبل سے نقل کی یعنی ابن حبان وغیرہ کے
نزدیک علی بن الحسن بن شقیق کا ابو حمزہ السکری سے سماع اختلاط سے پہلے اور صحیح حالت کا
ہے لہذا اختلاط کا الزام مردود ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے (المصنف میں) کہا:

حدثنا وكيع قال: حدثنا الربيع عن عطاء قال: لقد كان لنا دوي في

مسجدنا هذا بآمين إذا قال الإمام ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضالين﴾

عطاء بن ابی رباح نے کہا: ہماری مسجد میں جب امام ﴿غیر المغضوب

عليهم ولا الضالين﴾ کہتا تو بھنبھناہٹ ہوتی تھی۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۲۲۶)

یہ روایت ابن جریج کی روایت کا شاہد ہے، وکیع کتب سترہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد تھے۔

(التقریب: ۷۴۱۴)

الربيع سے مراد الربيع بن صبيح السعدي ہے۔ (راجع تہذیب الکمال قلمی ۱/۴۰۵)

الربيع مذکور جمہور کے نزدیک حافظ کی وجہ سے ضعیف ہے، احمد بن حنبل اور ابو زرعد وغیرہمانے

اس کی تعدیل کی، ابن سعد نسائی اور الساجی وغیرہمانے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب ۳/۲۳۷)

حافظ ذہبی نے کہا: ”وكان صدوقاً غزاً عابداً ضعفه س (النسائی)“ (الکاشف ۱/۲۳۶)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق سي الحفظ وكان عابداً مجاهداً قال

الرامهرمزي: هو أول من صنف الكتب بالبصرة“ (التقریب: ۱۸۹۵)

ایسے راوی کی روایت صحیح یا حسن کی تائید میں شواہد و متابعات میں پیش کی جاسکتی ہے۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس کی روایت

امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

حدثنا وكيع قال: ثنا فطر قال: سمعت عكرمة يقول: أدرکت

الناس ولهم زجة [وفى المحلى ۳/۲۶۴ "ضجة"] في مساجدهم
 بآمين إذا قال الإمام غير المغضوب عليهم ولا الضالين
 وكجح نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) فطر نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) میں
 نے عمرہ (تابعی) سے سنا، وہ کہہ رہے تھے، میں نے لوگوں کو (ان کی مساجد میں) اس
 حال میں پایا کہ جب امام ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ کہتا تو
 لوگوں کے آمین کہنے سے مساجد گونج اٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۵)

امام وكجح بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۷۴۱)

فطر بن خلیفہ صحیح بخاری کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، احمد بن حنبل، یحییٰ بن سعید،
 العجلی، ابن سعد، ابن معین، ابو حاتم، نسائی، الساجی، ابو نعیم، ابن حبان، ابن نمیر اور ابن عدی
 وغیرہم نے اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ (رابع التہذیب ۲۹۶۸)

السعدی، الدارقطنی، و فی روایۃ ابی داود (لعلم من طریق الآجری) عن احمد بن یونس، ابو بکر
 بن عیاش، قطبہ بن العلاء (ضعیف عند الجمهور راجع المیزان) نے جرح کی۔
 قطبہ کی جرح ان کے ذاتی ضعف کی وجہ سے مردود ہے۔ احمد بن یونس کی جرح با سند صحیح
 ثابت نہیں ہے۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی السعدی "فی نفسہ" ثقہ و صدوق امام
 ہونے کے با وصف متعنت (متشدد) تھے اور ان پر ناصبی ہونے کا الزام تھا۔ ان کی اور امام
 دارقطنی کی جرح جم غفیر کے قول کے مقابلے میں مردود ہے۔ حافظ ابن حجر (فطر بن خلیفہ
 کے بارے میں) کہتے ہیں: "صدوق رمی بالتشیع" (التقریب: ۵۴۳)

حافظ ذہبی نے کہا: "الشیخ العالم، المحدث الصدوق" (سیر اعلام النبلاء، ۷/۳۰)

اور کہا: "وحدیثہ من قبیل الحسن" (النبلاء، ۷/۳۳)

یعنی اس کی حدیث حسن کی قسم سے ہے، زیلعی حنفی نے فطر بن خلیفہ پر السعدی کی جرح کا رد

کیا ہے۔ (نسب النبلاء، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳)

یثی نے اسے ثقہ کہا۔ (مجمع الزوائد ۹/۱۰۴)۔

اور کہا: ”ثقة وفيه كلام لا يضر“ (ج ۵ ص ۷۰)

فطر کا استاد عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہے۔ (راجع تہذیب الکمال قلمی ج ۲ ص ۱۱۰۶) عکرمہ صحیح بخاری وغیرہ کا راوی اور عند الجمہور ثقہ ہے۔

امام بیہقی نے کہا: ”وعكرمة عند أكثر الأئمة من الثقات الأثبات والله أعلم“

(السنن الکبریٰ ۸/۲۳۲، وراجع نصب الرایۃ ۳/۳۲۳)

ابن ناصر الدین نے کہا: ”احتج أحمد ويحيى والبخاري والجمهور بما روى“

(شذرات الذهب ۱/۱۳۰)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة ثبت عالم بالتفسير ولم يثبت تكذيبه عن ابن عمر“

ولا يثبت عنه بدعة“ (التقریب: ۳۶۷۳)

☆ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے اور عطاء کی روایت کا قوی شاہد ہے لہذا عطاء کی روایت بالکل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے باسند صحیح یا حسن، آمین بالسر ثابت نہیں ہے۔

چھٹی حدیث

امام ابن ماجہ نے کہا:

”حدثنا إسحاق بن منصور: أخبرنا عبد الصمد بن عبد الوارث: ثنا حماد بن

سلمة: ثنا سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن عائشة عن النبي ﷺ قال:

((ما حسد تكلم اليهود على شني، ما حسد تكلم على السلام والتأمين))“

اسحاق بن منصور نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) ہمیں عبد الصمد بن عبد الوارث نے

حدیث بیان کی (کہا) ہمیں حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی کہ (کہا) ہمیں سهيل بن

ابی صالح وہ اپنے باپ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہود نے تمہارے

ساتھ کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کیا جتنا سلام اور آمین پر حسد کیا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۲۷۸ حدیث ۸۵۶)

اس حدیث کے بارے میں عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (التوفی ۶۵۶ھ) نے کہا:

”رواہ ابن ماجہ باسناد صحیح“ (الترغیب والترہیب ۱/۳۲۸)

شیخ بوسیری نے کہا: ”ہذا إسناد صحیح ورجالہ ثقات احتج مسلم بجمع رواہ“ (زوائد ابن ماجہ: ۸۵۶) ذکوان ابوصالح کتب ستہ کے راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔

(راجع العنبدیب ۳/۲۱۹)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة ثبت و كان يجلب الزيت إلى الكوفة“

(تقریب العنبدیب: ۱۸۴۱)

سہیل بن ابی صالح صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ کا راوی ہے اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔

امام ترمذی نے اس کی ایک منفرد حدیث کے بارے میں کہا: ”حسن (صحیح)“

(سنن الترمذی: ۱۹۰۶، تحتہ الاشراف: ۱۲۵۹۵)

حافظ ذہبی نے کہا: ”الإمام المحدث الكبير الصادق“ (النبلاء ۵/۳۵۸)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”صدوق تغير حفظه بأخرة روى له البخاري مقروناً

و تعليقاً“ (التقریب: ۲۶۷۵)

سہیل سے حماد بن سلمہ اور خالد بن عبداللہ کی روایات صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ یہ اس

بات کی دلیل ہے کہ ان کا اس سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے لہذا اختلاط کا الزام مردود

ہے۔ (کسی محدث نے اس کی تصریح نہیں کی کہ حماد کا سماع اس سے بعد از اختلاط ہے)

حماد بن سلمہ صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور صحیح ابی عوانہ وغیرہ کے راوی اور جمہور

کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ”ثقة عابد أثبت الناس في ثابت وتغير حفظه بأخرة“

(التقريب: ۱۳۹۹)

حماد سے عبد الصمد بن عبد الوارث کی روایت صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔

(تہذیب الکمال مطبوع ۷/۲۵۸)

لہذا عبد الصمد کا ان سے سماع اختلاف سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقي ص ۳۶۶ النوع ۶۲)

صحیح ابن خزیمہ میں خالد بن عبد اللہ نے حماد کی متابعت کی ہے۔ (۱/۲۸۸ ج ۵۷۴)

خالد بن عبد اللہ الطحان کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ثابت تھے۔ (التقريب: ۱۶۴۷)

حماد کا شاگرد عبد الصمد بن عبد الوارث کتب ستہ کا راوی، صدوق ثابت فی شعبہ تھا۔

(التقريب: ۴۰۸۰)

اسحاق بن منصور بن بہرام الکواجیحین کے راوی، عبد الصمد بن عبد الوارث کے شاگرد اور

ثقہ ثابت تھے۔ (تہذیب الکمال مطبوع ۲/۴۷۵، التقريب: ۳۸۴)

خالد بن عبد اللہ کے شاگرد ابو بشر الواسطی اسحاق بن شایہ صحیح بخاری کے راوی اور صدوق تھے۔

(التقريب: ۳۵۹)

صحیح ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((إن اليهود قوم حسد وهم لا يحسدونا على شيء كما يحسدونا

على السلام وعلى آمين))

بے شک یہود حسد قوم ہے، اور وہ ہم سے جتنا سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں اتنا

کسی چیز پر نہیں کرتے۔ (ج ۱ ص ۲۸۸ رقم ۵۷۴)

اس متن کے تین شواہد اور بھی ہیں:

شاہد نمبر ۱:

امام احمد بن حنبل نے کہا:

”ثنا علي بن عاصم عن حصين بن عبدالرحمن عن عمر بن قيس عن محمد بن الأشعث عن عائشة قالت ... استاذن رجل من اليهود ... ((إنهم لا يحسدونا علي شني كما يحسدونا... وعلي قولنا خلف الإمام أمين))“

علی بن عاصم نے ہمیں حدیث بیان کی وہ حصین بن عبدالرحمن سے وہ عمر بن قیس سے وہ محمد بن اشعث سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (مفہوم حدیث ہے) کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ یہود ہمارے امام کے پیچھے آئین کہنے سے حسد کرتے ہیں۔

محمد بن الأشعث ”مقبول من الثانية ووهم من ذكره في الصحابة“

(التقريب: ۵۷۴۲)

ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا۔ (تہذیب التجذیب ۵۵/۹)

عمر بن قیس (المناصر ابو الصباح) ”صدوق ربما وهم ورمي بالإرجاء“ (التقريب: ۴۵۵۸)

محمد بن الأشعث کا شاگرد تھا۔ (تہذیب الکمال قلمی ج ۲ ص ۱۰۲۱)

جمہور علماء کے نزدیک وہ ثقہ تھا۔ (راجع التہذیب العسقلانی ۷۳۰/۷)

حافظ ذہبی نے فیصلہ کیا کہ وہ ”ثقة مرجي“ تھا۔ (الکاشف ج ۲ ص ۲۷۶)

لہذا حافظ ذہبی کی بات جمہور کے مطابق ہونے کی وجہ سے فیصلہ کن ہے۔

حصین بن عبدالرحمن السلمی ابو الہذیل الکوفی کتب ستہ کاراوی ہے ”ثقة تغير حفظه

فی الآخر“ (التقريب: ۱۳۶۹)

اس سے علی بن عاصم کی روایت سنن ترمذی میں ہے۔ (تہذیب الکمال مطبوع ج ۶ ص ۵۲۱)

علی بن عاصم مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، بعض نے اس پر جھوٹ

بولنے کا الزام بھی لگایا مگر متعدد محدثین نے اسے سچا قرار دیا ہے۔

ابن حجر نے کہا: ”صدوق يخطي و يصر ورمي بالتشيع“ روایت میں غلطی کرتا ہے

اور اس پر اصرار کرتا ہے۔ (التقریب: ۴۷۵۸)

علی بن عاصم، امام احمد بن حنبل کا استاد تھا اور ظفر احمد تھا نوی لکھتے ہیں: ”و کذا شیوخ احمد کلہم ثقات“ (قواعدنی علوم الحدیث ص ۱۳۳)

حافظ ذہبی نے اسے ”الإمام العلم شیخ المحدثین مسند العراق“ قرار دیا (النبلاء ۹/۲۳۹) وہ قول راجح میں ضعیف ہے لیکن وہ اس حدیث کے ساتھ متفرق نہیں بلکہ سلیمان بن کثیر نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (ملاحظہ ہو اسنن الکبریٰ ۲/۵۶)

سلیمان بن کثیر کتب ستہ کاراوی ہے، اور جمہور کے نزدیک ”لابأس بہ“ ہے بلکہ غیر زہری میں ثبت ہے (التہذیب ۳/۲۱۶) اس کی یہ روایت غیر زہری سے ہے، لہذا یہ روایت علی بن عاصم کا قوی متابع ہے، بیہقی کی سند میں عمرو بن قیس ہے۔ واللہ اعلم

شاید نمبر ۲:

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”إن اليهود قد سئموا دينهم وهم قوم حسد ولم يحسدوا المسلمين على أفضل من ثلاث: رد السلام واقامة الصفوف وقولهم خلف إمامهم في المكتوبة آمين“

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اپنے دین سے اکتا چکے ہیں اور وہ حاسد لوگ ہیں۔ وہ جن اعمال پر مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں ان میں سے افضل ترین یہ ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) صفوں کو قائم کرنا (۳) اور ان کا فرض نمازوں میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔

(الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۲۸، ۳۲۹ وقال المنذرى: رواه الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن. قال البيهقي فی

مجمع الزوائد ۲/۱۱۳، رواه الطبرانی فی الاوسط ۷/۳۹۰ و اسنادہ حسن)

اسے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(حافظ منذری اور حافظ بیہمی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں۔ ”اور اپنے وقت میں اگر علامہ بیہمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی“ (احسن الکلام/۱/۲۳۳ حاشیہ ۲ طبار دوم)

تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرض نماز میں امام کے پیچھے آمین کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ (آمین بالجبر سے انھیں چڑ ہے ورنہ اگر دل میں آمین کہی جائے تو انھیں معلوم کیسے ہوگا اور ان کا حسد کرنا کیسا؟)

شاید نمبر ۳:

خطیب بغدادی نے تاریخ (۱۱/۳۳) اور ضیاء المقدسی نے ”المختارۃ“ (۵/۱۰۷ ح ۱۷۲۹، ۱۷۳۰) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (الفاظ خطیب کے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن اليهود ليحسدونكم على السلام والتأمين)) بے شک یہود تم سے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔

اس کے سارے راوی ثقہ و صدوق ہیں لہذا اس کی سند صحیح ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ نبی ﷺ کا آمین بالجبر کہنا متواتر احادیث کے ساتھ ثابت ہے۔ مانعین کے پیش کردہ دلائل، غیر صریح، مبہم، معلول، ضعیف اور بلا سند ہیں لہذا صحیح و متواتر احادیث کے مقابلے میں مردود و باطل ہیں۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

۱ بعض لوگوں نے کہا: ”آمین دعاؤ ذکر ہے اور دعاؤ ذکر میں اصل انشاء ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾

اپنے رب سے عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں

کو دوست نہیں رکھتے۔ (اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۵۱، ۵۲)

جواب:

(۱) آیت ادعوا ربکم إلخ کے معنی ہمارے علم کے مطابق آج تک کسی مستند مفسر نے بھی خفیہ آمین کہنے کے نہیں کئے (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جوزی، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک، تفسیر جلالین اور تفسیر فتح البیان وغیرہ دیکھ لیجئے۔ نیز ملاحظہ ہو (الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین ۸۷/۱) لہذا یہ مفہوم جدید اختراع اور خانہ زاد ہے۔

(۲) حکم آمین اس آیت کے عموم سے مستثنیٰ اور مخصوص ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آمین بالجہر کہا ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کی بات قرآن کی آیت کے مفہوم کے تعین میں حجت ہے۔ اس آیت کے مفہوم سے اور بھی کئی دعائیں مستثنیٰ ہیں مثلاً صحیح مسلم میں ہے:

”فلما قضی النبی ﷺ صلواتہ ثم دعا علیہم.....“ (کتاب الجہاد باب ما لقی النبی من اذی المشرکین ح ۱۰۷/۱۷۹۳) اور صحیح مسلم میں ہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”فسمعتہ یقول: رب قنی عذابک..... إلخ“

(کتاب الصلوٰۃ باب استجاب یمین للإمام ح ۹۲/۷۰۹)

(۳) بدلیل آیت ادعوا ربکم إلخ اہل الرائے کے نزدیک ہر دعا کو اگر خفیہ پڑھنا لازم آتا ہے تو وہ خود اس آیت کے خود ساختہ مفہوم کے خلاف بلند آواز میں کیوں دعائیں کرتے ہیں؟ مثلاً جہری نماز میں فاتحہ بالجہر پڑھتے ہیں جو دعا ہے۔

☆ فرضوں کے بعد اونچی آواز سے دعا کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر ان کے مقتدی اونچی آواز میں آمین بھی کہتے ہیں۔

☆ رائے وند میں تبلیغی اجتماع کے آخری دن لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے دعا کی جاتی ہے جس میں شمولیت کے لئے لوگ شدتِ حال کر کے آتے ہیں۔

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔

(۴) ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے جو دعا خفیہ کی ہے وہ خفیہ کرنی چاہیے اور جو بالجبر کی ہے وہ بالجبر کرنی چاہیے۔ چونکہ آمین آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ سے ثابت ہے لہذا آمین بالجبر کہنی چاہئے قرآن مجید کے عموم کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ (الادکام للامدی ۲/۳۳۷)

بلکہ آمین بالجبر کی جو روایات ہم نے رسول اللہ ﷺ و صحابہ رضی اللہ عنہم سے پیش کی ہیں ان کی روشنی میں امام مسلم رحمہ اللہ نے فیصلہ فرمایا:

قد تواترت الروایات کلھا ان النبی ﷺ جہر بآمین

ساری متواتر احادیث سے ثابت ہے، کہ نبی ﷺ آمین بالجبر کہتے تھے۔

(التمیز قلمی ص ۹۱ امام مسلم رحمہ اللہ)

(اور متواتر احادیث کے ساتھ قرآن مجید کی تخصیص سب کے نزدیک جائز ہے۔)

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث دونوں بیک وقت حجت ہیں اور ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ قرآن و حدیث ایک دوسرے کی تشریح و تبیین کرتے ہیں اور ان میں الحمد للہ ذرہ برابر بھی تضاد نہیں۔

(۵) بعض لوگوں نے حافظ ابن حزم اندلسی سے نقل کیا ہے کہ ”سفیان ثوری و امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین سر اُکھے“ (دیکھئے اظہار التحسین ص ۳۰)

جواب:

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ ۳۸۴ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ (النبلاء ۱۸/۱۸۵)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ (الکاشف ۱/۳۰۱)

لہذا یہ بلاسند بات کا عدم کے حکم میں ہے، جب سفیان ثوری کا مذہب اخفاء آمین ان سے باسند صحیح ثابت نہیں تو ان کی روایت کردہ حدیث (جس میں وہ منفرد بھی نہیں اور بالجبر کی

صراحت بھی ہے) کے مطابق ان کا عمل ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔
 (۶) بعض لوگوں نے منطقی موثکافیاں کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”قارئین کرام یہاں بھی
 قولوا کا صیغہ مطلق ہے، یہاں بھی جہر ربنا لک الحمد کا کیا جائے حالانکہ بالاتفاق اس کو پوشیدہ
 پڑھا جاتا ہے۔“ (اعلمہ التحسین ص ۷۶)

جواب:

اتفاق کا دعویٰ صحیح نہیں ہے بلکہ ربنا لک الحمد جہر سے پڑھنا بھی صحیح ہے اور اس کے
 متعدد دلائل ہیں:

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں ربنا لک الحمد
 إلخ کہا تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا: ابھی بولنے والا کون تھا؟ اس نے کہا:
 میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم سے اوپر فرشتوں کو دیکھا ایک دوسرے پر جلدی
 کر رہے تھے کہ اس عمل کو پہلے کون لکھے۔ (۱۰۲/۱، داری ص ۱۵۵، نسائی ۱۷۲/۱، طحاوی ۱۳۱/۱)
 یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ربنا لک الحمد بالجہر بھی جائز ہے۔

(۲) امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا: ”نا معتمر عن ایوب عن الأعرج سمعت
 أبا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا ولك الحمد“ (مصنف مطبوع ۱/۲۳۸ اور مصنف
 قلمی ج ۱ ص ۱۷۱) یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اوچی آواز کے ساتھ اللہم ربنا ولك الحمد کہتے تھے۔
 (اس کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی کتب ستہ کے راوی ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں)
 ہمارے شیخ الاستاذ ابو محمد بدیع الدین الراشدی السندی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ
 (اردو میں) لکھا ہے جس کا نام ہے۔ ”نشاط العبد بجہر ربنا ولك الحمد“
 تفصیل کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ کریں۔

(۷) بعض لوگوں نے الدولابی کی کتاب الکافی (۱/۱۹۶) سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی
 حدیث میں نقل کیا کہ ”ما رأيتہ الا ليعلمنا“ میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ آپ نے

ہمیں تعلیم دینے کے لئے ایسا کیا۔ (اظہار التحسین ص ۱۰۷) اور اس سند کے ایک راوی یحییٰ بن سلمہ بن کہیل کے بارے میں ابن خزیمہ، ابن حبان اور الحاکم سے ثقہ وغیرہ ہونا نقل کیا۔
جواب:

یہ راوی محدثین کی بہت بڑی اکثریت کے نزدیک ضعیف ہے:

(۱) ابن معین نے کہا: ”ضعیف الحدیث ، لیس بشی“

(دنی رویۃ العقیلی : لایکب حدیث)

(۲) ابو حاتم نے کہا: ”منکر الحدیث لیس بالقوی“

(۳) بخاری نے کہا: ”فی حدیثہ منا کبر منکر الحدیث“

(۴) ترمذی نے کہا: ”یضعف فی الحدیث“

(۵) نسائی نے کہا: ”لیس بثقة ، متروک الحدیث“

(۶) ابن نمیر نے کہا: ”لیس ممن یکتب حدیثہ“

(۷) دارقطنی نے کہا: ”متروک ضعیف“

(۸) العجلی نے کہا: ”ضعیف الحدیث وکان یغلو فی التشیع“

(۹) ابن سعد نے کہا: ”کان ضعیفاً جداً“ (تہذیب التہذیب ۱۱/۱۹۷)

(۱۰) یعقوب بن سفیان نے اس باب میں ذکر کیا جن کی روایت سے منہ پھیرا جاتا ہے اور کہا:

”و کنت أسمع أصحابنا يضعفونهم“ ابو عبید آجری نے ابو داؤد سے نقل کیا:

”لیس بشی“ (ملخصاً از تہذیب التہذیب ۱۱/۲۲۵)

(۱۱) حافظ ذہبی نے کہا: ”ضعیف“ (الکاشف ۳/۲۲۶)

(۱۲) ابن حجر نے کہا: ”متروک وکان شیعياً“ (التقریب ۷۶۱: ۷۵۶)

(۱۳) بیہقی نے کہا: ”ضعیف ، ووثقه ابن حبان“ (مجمع الرواۃ ج ۶ ص ۸۹)

(۱۴) ابن عدی نے کہا: ”مع ضعفه یکتب حدیثہ“ (الکامل ج ۷ ص ۲۶۵۵)

- (۱۵) ابن المبارک نے کہا: ”ضعیف“ (الضعفاء للعقيلي ۳/۳۰۵)
- (۱۶) العقيلي نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (الضعفاء الکبير ۳/۳۰۵)
- (۱۷) جوزجانی نے اسے ”ذاهب الحديث“ کہا۔ (راجع احوال الرجال ص ۶۲ رقم ۶۰-۶۱)
- (۱۸) ابن جوزی نے اسے ”کتاب الضعفاء و المتروکين“ میں ذکر کیا۔
(۳/۱۹۶ رقم ۳۷۲۰)
- (۱۹) بیہقی نے کہا: ”رواه ابن خزيمة محتجابه ويحي بن سلمة فيه ضعف“
(السنن الکبریٰ ۹/۲۸۵)
- (۲۰) ابن الترمکاني حنفی نے بھی یحییٰ بن سلمہ پر سخت جرح نقل کی۔ (الجوهر النبی ۳/۳۰۱)
- (۲۱) ابوزرعہ رازی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۶۶۹ رقم ۳۶۰)
- (۲۲) ابو نعیم الاصبهانی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے کہا: ”عن أبيه في حديث مناكير“ (الضعفاء ص ۶۲ رقم ۲۷۴)
- ان علماء کے مقابلے میں، ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور پھر تعارض کا شکار ہوتے ہوئے اسے اپنی کتاب ”المجروحين والمحدثين والضعفاء والمتروکين“ (۳/۱۱۲) میں ذکر کیا اور ان الفاظ کے ساتھ سخت جرح کی:
- ”منكر الحديث جداً يروي عن أبيه أشياء لا تشبه حديث الثقات كأنه ليس من حديث أبيه فلما أكثر عن أبيه مما خالف الأثبات بطل الإحتجاج به فيما وافق الثقات“
- اور ابن معین سے نقل کیا ”وكان يحدث عن أبيه أحاديث ليس لها أصول“
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ بتایا ہے کہ اگر ابن حبان ایک ہی شخص کو کتاب الثقات اور کتاب الضعفاء دونوں میں ذکر کریں تو: ”فتساقط قولاه“ ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵۲)

لہذا یحییٰ بن سلمہ کے سلسلہ میں بھی ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ حاکم اور امام ابن خزیمہ کی بات جمہور محدثین کے مقابلے میں مردود ہے۔ امام ابن خزیمہ نے متعدد راویوں سے اپنی صحیح میں استدلال و احتجاج کیا ہے مثلاً موہل بن اسمعیل اور محمد بن اسحاق وغیرہا مگر اہل الرائے ان کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے مگر جب جمہور کے خلاف ان کا شاذ قول ہو تو ان کے نزدیک حجت بن جاتا ہے۔ ﴿تلك إذا قسمة ضيزى﴾

۸) حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حالانکہ اس کی سند میں ابراہیم بن ابی الیث کذاب و ضاع واقع ہے.....“

(اظہار التحسین ص ۱۴۳)

اور اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ”..... سفیان ثوری سے یہ روایت کئی شاگرد نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:.....“

۵ حضرت امام عبید اللہ بن عبدالرحمن الاشجعی اپنے استاد حضرت سفیان ثوری سے ”یمدبھا صوتہ“ نقل فرماتے ہیں۔ (دیکھئے سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۷)

..... یہ چھ شاگرد خود بھی بلند پایہ امام ہیں اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاد بھی ہیں..... اور بڑے ثقہ بھی ہیں یہ سب مدبھا صوتہ یا یمدبھا صوتہ کے الفاظ نقل کرنے پر متفق ہیں۔“
(اظہار التحسین ص ۱۵۰)

نقاب کشائی

واضح رہے سنن بیہقی (المعروف بالسنن الکبریٰ ۲/ ۵۷) میں الاشجعی کی روایت ابراہیم بن ابی الیث سے ہی ہے، جسے ڈیروی اپنی کتاب کے ص ۱۴۳ پر کذاب و ضاع قرار دے چکے ہیں، پھر اسی کذاب و ضاع کی روایت سے باہر شان و شوکت استدلال اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد صرف عوام المسلمین کو دھوکا دینا ہے۔ ورنہ ایک شخص کو خود کذاب تسلیم کرنے کے بعد اس کی روایت کو بطور دلیل پیش کرنا آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

ان دوغلی چال چلنے والوں کو کیا اس بات کی فکر نہیں ہے کہ قیامت کے دن رب کائنات کے دربار میں ان کا کیا جواب ہوگا؟ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ ڈیروی صاحب اور ان جیسے اہل الرائے کی کتابوں و ”تحقیقات“ کا یہی حال ہے ان کا کوئی معیار نہیں ہوتا۔ جو راوی مرضی کے مطابق ہے وہ ان کے نزدیک ثقہ ہے چاہے اسے بیسیوں علماء نے کذاب و ضعیف ہی قرار دیا ہو اور جو راوی مرضی کے خلاف ہو وہ کذاب و متروک ہے چاہے اسے بیسیوں علماء نے ثقہ و صدوق ہی قرار دیا ہو۔ بعض جگہ جب مرضی ہو تو قرآن مجید پیش کر کے صحیح احادیث کو خبر واحد اور ظنی الثبوت وغیرہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ قرآن و صحیح حدیث میں جمع تطبیق و توفیق نہیں دی جاتی اور جب مرضی ہوتی ہے موضوع و ضعیف روایات کی بدولت قرآن مجید کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ سب کارروائیاں خواہشات نفسانیہ کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ میں نے یہ چند فقرے جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں لکھے بلکہ ان اہل الرائے کی دھاندلیوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً:

☆ ظفر احمد تھانوی عثمانی دیوبندی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے ”اعلاء السنن“ شیخ عدا ب محمود الحمش العربی اپنی کتاب ”رواة الحدیث“ میں ص ۲۷ پر لکھتے ہیں:

”طبع هذا الكتاب مع مقدماته الثلاثة في واحد وعشرين جزءاً وفي هذا الكتاب بلايا و طامات مخجلة“ یہ کتاب اپنے تین مقدموں کے ساتھ اکیس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور کتاب میں بلائیں اور شرمندہ کن مصیبتیں ہیں۔ اس کتاب کی تیسری جلد کے ص ۱۶۱ وغیرہ پر تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ قرون ثلاثہ میں کسی راوی کا مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضرب نہیں ہے۔ اور اسی جلد ص ۱۳۱ پر ”عن يحيى بن سباق عن رجل من آل الحارث عن ابن مسعود.....“ الخ کو ”ففيه رجل مجهول فلا يحتج به“ کہہ کر رد کر دیا ہے۔ (نیز دیکھئے ج ۴ ص ۱۰۳)

☆ سر فراز خان صفدر دیوبندی اپنی کتاب (احسن الکلام ۷۰/۲) میں محمد بن اسحاق تابعی کو

کذاب کہتے اور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی دوسری کتاب (تسکین الصدور طبع اول ص ۱۹۱) میں سماع موتی کے سلسلہ میں (مستدرک ۲/۵۹۵) سے ایک حدیث پیش کر کے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث کا دار و مدار محمد بن اسحاق ہی پر ہے۔ وہ اسے ”صحیح روایت“ قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے۔ (دیکھئے توضیح الکلام ۱/۲۹۰) نیز دیکھئے ”سماع الموتی“ (ص ۲۸۸، ۲۸۹)

☆ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب نور الصباح کے مقدمہ ص ۱۸ بتقریبی طبع دوم، میں ابن جریج پر سخت جرح کی ہے۔ اور اپنی اسی کتاب کے ص ۲۲ پر اسی ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے، بلکہ ص ۲۲۲ پر اسے ”ثقة ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے....“ قرار دیا ہے۔ ڈیروی صاحب نے ص ۲۲۳ پر حجاج بن ارطاة کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث قرار دیا ہے اور اسی کتاب کے ص ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاة کی روایت کو پیش کر کے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔ (راجع مجمع الزوائد ۲/۱۰۱)

مختصر یہ کہ اس قوم کا اوڑھنا بچھونا ہی تقلید پرستی، مغالطہ دہی اور دھوکا بازی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب اور بے اصولیوں سے بچائے۔

اگر کوئی شخص میری اس کتاب میں غلطی اور وہم کی نشاندہی کر دے تو میں اس کا شکریہ

ادا کر کے علی الاعلان رجوع کروں گا۔ وما علینا الا البلاغ

(۲۳/۱۱/۱۹۸۹ء بروز جمعرات)

(مراجعة الطبعة الثانية ۱۵ ستمبر ۲۰۰۶ء)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”حدیث اور اہلحدیث“
کتاب کے رسالے ”اخفاء التامین“
کا مکمل جواب

[دیوبندی بنام دیوبندی]

دیوبندی بنام دیوبندی

”حدیث اور اہلحدیث“ کتاب کے رسالے ”اخفاء التامین“ کا مکمل جواب دیوبندی کتابوں کی رو سے پیش خدمت ہے۔ والحمد للہ

دیوبندی (۱):

اخفاء التامین نازیر آئین آبرستگاز سے کناسٹک

فتاویٰ اللہ تعالیٰ " فَتَاوُیْئُ دَعْوَتِنَا " (تقریباً ۸۹:۱۰۰)
برل ہریرہ کا جواب ہے۔

اخرج ابو الشیخ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال کان موسیٰ علیہ السلام اذا دعنا
آمنن ہارون علما دعاه یقول آمین
ابراہیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام جب دعا کرتے تو ہارون علیہ السلام آمین کہتے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۸)

جواب: یہ روایت الدر المنثور (ج ۳ ص ۳۱۵) میں ”واخرج ابو الشیخ“ کی سند کے ساتھ موجود ہے، لیکن اس کی سند مذکور نہیں۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ”اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔“

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷، طبع دوم، اثر سعید بن المسیب)

محمد حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے کہا: ”حالانکہ بغیر سند کے بات قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔“
(اظہار التحسین ص ۱۷۳، طبع ۱۹۸۴ء)

تنبیہ: ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب اس مفہوم کی روایت مصنف عبدالرزاق (ج ۲ ص ۹۹ ح ۲۶۵۱) میں ”بشر بن رافع عن ابی عبد اللہ عن ابی ہریرہ“ کی سند سے موجود ہے۔ بشر بن رافع کے بارے میں حبیب اللہ ڈیروی نے کہا: ”وضاع ہے یعنی حدیث اپنی طرف سے گھڑنے والا“

(اظہار التحسین ص ۱۳۲) اور ابو عبد اللہ کے بارے میں کہا: ”مجبول ہے“ (اظہار التحسین ص ۱۳۳)

تفسیر القرآن انجم لہم ابن عمر (۱۵ ص ۱۵۱)
 حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 مجھے آمین عطا کی گئی ہے۔ نماز میں بھی اور دُعا کے وقت بھی
 یہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملی سوائے موسیٰ علیہ السلام کے کہ
 وہ دُعا مانگتے تھے اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام آمین کہتے تھے لہذا تم
 اگر دُعا کرو آمین کے ساتھ ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دُعا کو
 قبول فرمائیں گے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۸، ۳۶۹)

جواب: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۳۳) میں بلا سند مذکور ہے۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر میں یہ روایت نہیں ملی۔ تاہم المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر (ج ۱ ص ۲۳۳ ح ۴۵۰) میں یہ روایت موجود ہے۔ المطالب کے محشی حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی نے کہا:

”ضعف البوصيري إسنادہ لضعف زربي بن عبد الله، قال : ورواه ابن خزيمة في صحيحه وتردد في ثبوته“ وقال : ”إن ثبت الخبر“ اگر (یہ) خبر ثابت ہو تو؟ (ج ۳ ص ۳۹ ح ۱۵۸۶)

بوصیری نے اس سند کو زربی بن عبد اللہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا اور فرمایا ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسے روایت کیا اور اس کے ثبوت میں تردد کیا۔ (حاشیہ نمبر ۳) صحیح ابن خزیمہ (ج ۳ ص ۳۹ ح ۱۵۸۶) والی سند میں زربی بن عبد اللہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ خبر امام ابن خزیمہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

دیوبندی (۴):
 مثال عطاء آمین دعاء حضرت عطار بن ابی رباحؓ فرماتے ہیں کہ آمین دُعا ہے۔ (ص ۳۶۹)

جواب: صحیح بخاری کے اسی صفحے (۱/۷۰ قبل ح ۷۸۰) پر لکھا ہوا ہے:
 وقال عطاء: ”آمین دعاء آمن ابن الزبير ومن وراءه حتى إن للمسجد للجنة“
 ابن الزبير نے فرمایا کہ آمین ایک دعا ہے ابن الزبير اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے
 (نماز پڑھ رہے) تھے، آمین کہی تو مسجد گونج اٹھی۔

(صحیح بخاری مترجم ج ۱ ص ۳۹۱، ترجمہ ظہور الباری اعظمی دیوبندی)
 بعض الناس نے اس اثر میں ”امن ابن الزبیر“ سے لے کر آخر تک چھپا لیا ہے۔
 اس مکمل قول سے معلوم ہوا کہ آمین ایسی دعا ہے جو جہراً کی جاسکتی ہے۔ رائے ونڈ کے تبلیغی
 اجتماع میں لاؤڈ سپیکر پر اونچی دعا کرنے والوں کو اس دعوے سے شرم کرنی چاہئے، کہ ہر دعا
 خفیہ ہی ہوگی، جہراً نہیں ہوگی۔

دیوبندی (۵):

روى المشرفين من مجاهد و جعفر الصادق
 و هلال بن يساف ان آمين اسم من اسماء
 الله تعالى - (تفسير القرآن العظيم ۱ ص ۱۷۱)

امام قرطبی نے حضرت مجاہد، امام جعفر صادق اور ہلال بن سیاف رحمہم
 اللہ سے روایت کیا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک
 نام ہے۔

قال الله تعالى وَأَذْكُرُ بِكَ فَإِذَا فُتِنْتَ فَتَوَلَّأْ
 وَخِيَعْتَهُ وَذُوقْ الْعَذَابَ مِنَ الْقَوْلِ - آية ۴ : ۲۵
 اور یاد کرنا کہ اپنے رب کو اپنے دل میں گھڑنا ہوا اور ڈرنا ہوا اور
 ایسی آواز سے جھک کر پھار کر بولنے سے کم ہو۔ (س ۲۵: ۲۶)

جواب: مجاہد، جعفر الصادق اور ہلال بن سیاف کے اقوال تفسیر قرطبی (ج ۱ ص ۱۲۸) میں
 بلا سند اور ”روی“ کے صیغہ تخریض سے منقول ہیں۔

یاد رہے کہ سلام (السلام علیکم) بھی اسم من اسماء اللہ (اللہ کے ناموں میں سے ایک نام) ہے
 دیکھئے صحیح بخاری کتاب الاستئذان باب السلام اسم من اسماء اللہ تعالیٰ (قبل ج ۶۲۳۰)
 کیا خیال ہے؟ السلام علیکم بھی دل میں کہنا چاہئے۔

اس کے بعد بعض الناس کی ذکر کردہ روایات پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔

دیوبندی (۶):

عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه
 وسلم يأتنا يمتول لا تبادروا الامام اذا كبر
 هتكبروا واذا قال ولا اضالين فمتولوا آمين
 واذا ركع فنادكعوا واذا قال سمع الله لمن
 حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد - (مسلم ۱ ص ۱۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں
تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو جب وہ بخیر
کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب
وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سبح اللہ لمن حمدہ
کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ (ص ۳۷۰)

جواب: سنن ابی داؤد (کتاب الادب باب کیف الاستئذان ح ۵۱۷۷) کی ایک حدیث
میں ہے کہ: نبی ﷺ نے کسی غیر کے گھر میں داخل ہونے والے کو حکم دیا:
قل: السلام علیکم، أَدْخُلْ؟ کہو السلام علیکم، کیا میں اندر آ جاؤں؟
قولوا آمین کی طرح قل: السلام علیکم ہے، کیا خیال ہے؟ دوسرے آدمی کے گھر میں جانے والا
آدمی دل میں خفیہ السلام علیکم کہے گا تا کہ گھر والا سن نہ لے۔ (!)

دیوبندی (۷):

۲ عن ابی موسیٰ الاشعری (فی حدیث طویل)
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا
فبیّن لنا شکتنا و علمنا صلواتنا فقال اذا
صلیتم فاقیموا صفوفکم بشم لیؤمکم
احدکم فاذا اکبر فکبوا واذا قال عنیر
المنضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین
یجبکم اللہ الحدیث - (مسلم ۵۱۷۷)
حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ایک طویل حدیث میں روایت کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اس میں آپ
نے سنتیں بیان فرمائیں اور نماز (باجماعت) کا طریقہ سکھایا
آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے صفیں قائم کرو،
پھر تم میں سے ایک تمہاری امامت کرے جب وہ بخیر کہے
تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ عنیر المنضوب علیہم
ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول
فرمائیں گے۔ (ص ۳۷۰-۳۷۱)

جواب: دیکھئے حدیث نمبر ۱

دیوبندی (۸):

۳- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال العتاری غیر المفضوب علیہ ولا الضالین فتال من خلفہ آمین فتوافق قوله فتول اصل السماء وغفر له ما تقدم من ذنبہ - (مسلم ۱ ص ۱۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرأت کرنے والے (امام) نے غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کہا، اور اس کے مقتدی نے آمین کہا، پس مقتدی کا آمین کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ص ۳۷۱-۳۷۲)

جواب: یہ آمین بالجبر کی دلیل ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مفہوم کی ایک روایت کے آخر میں امام السراج نے امام ابن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے:

((كان رسول الله ﷺ إذا قال ولا الضالين جهر بآمين))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین کہتے تو جہر سے آمین کہتے۔

(کتاب السراج ص ۳۵ قلمی مصور، فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۴ ح ۷۸۰)

دیوبندی (۹):

۴- عن ابی ہریرۃ فتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المفضوب علیہم ولا الضالین فتولوا آمین فتوافقوا قوله فتول اصل السماء وغفر له ما تقدم من ذنبہ - (مسند احمد ۲ ص ۱۲۳، سنن ابی داؤد ۱ ص ۱۰۰، سنن ابی یوسف ۱ ص ۱۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو پھر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتے ہیں اس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ص ۳۷۲)

جواب: ((فقولوا آمین)) تم آمین کہو۔ (یہ آمین بالجبر کی دلیل ہے دیکھئے حدیث نمبر ۲)

دیوبندی (۱۰):

۵۔ عن الحسن بن سمره بن جندب و عمران بن حصين تذاكرا فحدث سمره بن جندب انه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سكتين سكتة اذا كبر وسكتة اذا اخرج من غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ سمره وابنكس عليه عمران بن حصين فكتبا فذالك ابى بن كعب فكان في كتابه اليهما اوفى رده عليهما ان سمره قد حفظ -
(ابوداود ج ۱ ص ۲۵۹ ح ۲۵۱)

حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت عمران بن حصین کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت سمرہ نے بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (غائض) دوسرے ناموش بہت یاد رکھا ہے۔ ایک جب کہ آپ بخیر فرمایا کہہ چکتے دوسرے جب آپ عنبر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر فارغ ہوتے۔ حضرت عمران بن حصین نے اس کا انکار کیا، پھر ایسا ہوا کہ ان دونوں حضرات نے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے حضرت ابی بن کعب کو خط لکھا۔ حضرت ابی بن کعب نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ سمرہ نے صحیح یاد رکھا ہے۔ (ص ۳۷۲-۳۷۳)

جواب: ”وسكتة إذا فرغ من غير المغضوب عليهم ولا الضالين“
دوسرا (سکتہ) جب آپ ﴿غیر المغضوب علیہم ولا الضالین﴾ پڑھ کر فارغ ہوتے تو کرتے۔ (بحوالہ ابوداود ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۷۷۹ و الترمذی ج ۱ ص ۲۵۹ ح ۲۵۱)

ان دونوں روایتوں کی سند میں قنادہ راوی ہیں۔ اور روایت ”عن“ سے ہے۔ قنادہ کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے کہا: ”اور قنادہ مدلس ہے۔“

(جزء رفع الیدین ص ۲۸۹ و تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۱۸ طبع جمیۃ اشاعۃ العلوم الخفیۃ فیصل آباد)
اگر مدلس راوی عنعنہ کرے (عن سے روایت کرے) تو اوکاڑوی نے کہا: ”بالاتفاق ضعف کی دلیل ہے۔“ (جزء القراءۃ ص ۷۲ و تجلیات صفدر ج ۳ ص ۹۳)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ”مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں الا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔“ (خزائن السنن ج ۱ ص ۱)

دیوبندی (۱۱):

۶۔ عن وائل بن حجر قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قرا غير المنضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين واخفى بها صوتة الحديث - (مسند احمد ۲ ص ۳۱۷)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ غیر المنضوب علیہم ولا الضالین پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔ (ص ۳۲۳)

جواب: اس روایت کے بارے میں نیوی نے کہا: "وإسناده صحيح وفي متنه اضطراب" (آثار السنن ص ۱۲۳ ج ۲ ص ۳۸۴)

اور اس کی سند (بظاہر) صحیح ہے اور اس کے متن میں اضطراب ہے نیوی نے مزید کہا:

"فغايته أن الحديث مضطرب لا يصح الإحتجاج لأحد الفريقين" "زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ (یہ) حدیث مضطرب ہے دونوں فریقوں میں سے کسی کے لئے (بھی) اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ (حاشیہ آثار السنن ص ۱۲۵)

اصول حدیث کے طالب علموں کو معلوم ہے کہ مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔

دیوبندی (۱۲):

۶۔ عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعتة حين قال غير المنضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين واخفى بها صوتة الحديث - (دار الفکر ص ۳۱۷)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے سنا کہ جب آپ نے غیر المنضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔ (ص ۳۲۳-۳۲۴)

جواب: یہ روایت بقول نیوی مضطرب ہے، دیکھئے حدیث: ۶

دیوبندی (۱۳):

۸- علقمہ بن واسل یحدث عن واسل وقت سمعت من واسل انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین خفض بها صوتہ الحدیث . (بخاری ترمذی تریب سنی العیاشی ابی داؤد رسلان)

حضرت علقمہ بن واسل اپنے والد حضرت واسل سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت واسل کی زبانی ہی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۴)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث : ۶

دیوبندی (۱۴):

۹- عن علقمہ بن واسل عن ابيه انه صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حين قتال عنین المفضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین یخفض بها صوتہ (متحدک ماہم ۲۶ ص ۱۱۱)

حضرت علقمہ بن واسل اپنے والد حضرت واسل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہنے کو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔ (ص ۳۷۴-۳۷۵)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث : ۶

دیوبندی (۱۵):

۱۰- علقمہ بن واسل یحدث عن واسل وقت سمعته من واسل انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین خفض بها صوتہ (بخاری ترمذی تریب سنی العیاشی ابی داؤد رسلان)

حضرت علقمہ بن واسل اپنے والد حضرت واسل سے حدیث نقل کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت واسل کی زبانی ہی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۵)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث : ۶

دیوبندی (۱۶):

۱- عن علقمة بن وائل عن ابي عبد الله النبي
صلى الله عليه وسلم قرأ عشرين المفضوب عليهم
ولا الضالين فمات آمين وخفض بها صوته -
(ترمذی ج ۱ ص ۵۸)

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) عین المفضوب علیہم
ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے
اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۵)

جواب: مضطرب (ضعیف) ہے دیکھئے حدیث : ۶

دیوبندی (۱۷):

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱- عن ابراهيم قال قال عمر اربع يخفون عن
الامام التوبة وبسم الله الرحمن الرحيم
و آمين واللهم ربنا لك الحمد
(کنز العمال ج ۸ ص ۲۴۸)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔ (۱) اعوذ باللہ،
(۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللہم ربنا
لك الحمد۔

جواب: کنز العمال (۲۷۴/۸ ج ۲۲۸۹۳) میں یہ روایت بحوالہ ابن جریر مذکور ہے۔ یہ روایت
بلا سند ہے۔ ابن جریر کی کتاب (تہذیب الآثار مسند امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ) میں یہ
روایت نہیں ملی۔ ابراہیم (النخعی) ۳۷۷ یا ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

(عمدة القاری ج ۱ ص ۲۱۴ ج ۳۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے (خلفائے راشدین ص ۷۷ تصنیف: عبدالشکور فاروقی
لکھنوی) لہذا یہ بے سند روایت منقطع بھی ہے۔

دیوبندی (۱۸):

۲- روئی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال
يخفى الامام اربعا التعوذ و بسم الله الرحمن
الرحيم و آمين و ربنا لك الحمد -

(البنایہ فی شرح الہدیۃ ص ۲۲۶)

حضرت ابو معمر (حضرت ابراہیم غفرلہ کے اساذ) حضرت عمر رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام چار چیزوں
کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین
(۴) ربنا لك الحمد - (ص ۳۷۶)

جواب: البنایہ فی شرح الہدیۃ للعینی (ج ۲ ص ۲۲۶) میں یہ روایت بلا سند ہے۔

دیوبندی (۱۹):

۳- وروينا عن عبد الرحمن بن ابي ليلى ان
عمر بن الخطاب قال يخفى الامام اربعا التعوذ
و بسم الله الرحمن الرحيم و آمين و ربنا لك
الحمد (محل ابن حزم ص ۲۵ ص ۲۷)

(ابن حزم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبدالرحمن بن ابی لیلی
سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو
آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا
لك الحمد - (ص ۳۷۶-۳۷۷)

جواب: محلی ابن حزم (ج ۳ ص ۲۳۹ مسئلہ ۳۶۳) میں یہ روایت بلا سند مذکور ہے۔

دیوبندی (۲۰):

۴- عن ابي واسل قال كان عمرو على لا يجهران
لبسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ و لا
بالتامين ، (شرح معاني الآثار للعلامة الطحاوي ج ۱ ص ۲۷۷)
ابو ائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ
اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز
سے کہتے تھے - (ص ۳۷۷)

جواب: اس روایت کے بارے میں محمد بن علی النیموی نے کہا:

”رواه الطحاوي وابن جرير، وإسناده ضعيف“ اسے طحاوی اور ابن جریر نے

روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (آثار السنن ج ۳ ص ۳۸۵)

دیوبندی (۲۱):

۵- عن ابی واصل قال لم یکن عمرو علی یجهران
بسم الله الرحمن الرحیم ولا بآمین۔

(الجوہر النقی ۱ ص ۲۵)

حضرت ابو اہل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ
اوپنی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اوپنی آواز سے سنتے تھے۔

(ص ۳۷۷)

جواب: الجوہر النقی (نسخہ ج ۲ ص ۲۸) میں یہ روایت (ابن جریر) الطبری کی

تہذیب الآثار سے منقول ہے جسے نیوی نے ”اسنادہ ضعیف“ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق ص ۴)

اس کے راوی ابوسعید بن المرزبان البقال کے بارے میں نیوی نے کہا:

”ضعفہ غیر واحد“ اسے ایک سے زیادہ (محدثین) نے ضعیف کہا ہے۔ (تعلیق آثار السنن ص ۱۲۹)

دیوبندی (۲۲):

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۶- عن ابی واصل قال قال علی و ابن مسعود لا یجهران
بسم الله الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔

(الجوہر النقی ۱ ص ۲۵)

حضرت ابو اہل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اوپنی آواز سے پڑھتے تھے
اور نہ ہی آمین اوپنی آواز سے کہتے تھے۔ (ص ۳۷۷-۳۷۸)

جواب: المعجم الکبیر للطبرانی (نسخہ ۹/۳۰۲ ح ۹۳۰۴) میں ابوسعید البقال ہے جس کی وجہ

سے نیوی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق ص ۴، ۵)

دیوبندی (۲۳):

۷- عن علقمة والاسود کلہما عن ابن مسعود

قال یخفی الامام ثلاثا التعوذ وبسم الله

الرحمن الرحیم و آمین۔ (علاء بن عزم ۲ ص ۲۵)

حضرت علقمةؓ اور اسودؓ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز

سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔ (ص ۳۷۸)



جواب: اٹھلی لابن حزم (ج ۳ ص ۲۳۹ مسئلہ: ۳۶۳)

اس کا راوی ابو حمزہ میمون الاغور القصاب الکوفی ہے، وهو ضعيف متروك الحديث (اٹھلی، حاشیہ حوالہ مذکورہ)

میمون ابو حمزہ کے بارے میں زیلعی حنفی نے کہا:

”قال الدارقطني: أبو حمزة هذا ميمون وهو ضعيف الحديث، قال ابن الجوزي في التحقيق: وقال أحمد: هو متروك، وقال ابن معين: ليس بشيء وقال النسائي: ليس بثقة“ (نصب الراية ج ۲ ص ۳۷۳)

دیوبندی (۲۴):

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے اور فتویٰ بھی آئین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸۔ من ابراهيم قال خمس يخمنين سبحانه
اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن
الرحيم و آمين اللهم ربنا لك الحمد.
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۵، مصنف ابن ابي شيبة ج ۲ ص ۸۳)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں
(۱) بسم اللہ و بحمدک (۲) احموذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴)
آئین (۵) ربنا لك الحمد۔ (ص ۳۷۸)

جواب: اس کا راوی سفیان (بن سعید الثوری) ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۹ و مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۸)

سفیان الثوری کے بارے میں امین اوکاڑوی نے کہا: ”سفیان مدلس، علاء بن صالح شیعہ، محمد بن کثیر ضعیف ہے“ (مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۳۱ طبع اول ستمبر ۱۹۹۴ء)

دیوبندی اصول سے یہ روایت ضعیف ہے، اگر امام بخاری کے کلام کو مد نظر رکھتے ہوئے سفیان عن منصور کو قوی قرار دیا جائے تو یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے جس کا تعلق مقتدیوں سے نہیں بلکہ صرف امام سے ہے، اور احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور آثار تابعین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دیوبندی (۲۵):

۹- عن ابراهيم قال اربع يخفيهن الامام
بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذة وآمين
واذا قال سمع الله لمن حمده قال ربنا
لك الحمد - (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۳۵ و
مصنف ابن ابی شیبہ ۲۸ ص ۵۲۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز
سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) الحمد باللہ (۳) آمین (۴) سمع
اللہ لمن حمده، کے بعد ربنا لک الحمد۔ (ص ۳۲۸-۳۲۹)

جواب: اس کا راوی حماد بن ابی سلیمان مخطوط ہے، حافظ پیشمی نے کہا:

”ولا يقبل من حديث حماد إلا مارواه عنه القدماء شعبة وسفيان الثوري

والدستوائي ومن عدا هؤلاء رروا عنه بعد الإختلاط“

حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس سے اس کے قدیم شاگردوں شعبہ، سفیان ثوری
اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے ان کے علاوہ سب لوگوں نے اس کے اختلاط کے

بعد روایت لی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

روایت مذکورہ میں اس کا شاگرد معمر (بن راشد) ہے۔ دوسری روایت (ابن ابی شیبہ

ج ۸۸ ص ۸۸) میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ (فیض الباری ۳/۶۸ تصنیف: انور شاہ کشمیری دیوبندی)

حافظ پیشمی کے بارے میں سرفراز خان صفدر نے کہا: ”اور اپنے وقت میں اگر علامہ پیشمی کو

صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی؟“ (حسن الکلام ج ۱ ص ۲۳۳ طبع دوم)

نیز دیکھئے تسکین الصدور (ص ۲۳۲، ۲۳۵)

دیوبندی (۲۶):

۱۰- عن ابراهيم انه كان يُسِرُّ آمين -

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۲۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سرسراکتے تھے۔

(ص ۳۲۹)

جواب: اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ ابراہیم (نخعی) کب خفیہ (سراً) آمین کہتے تھے؟ نماز میں یا نماز سے باہر؟ اگر نماز میں تو پھر جہری نماز میں سرّاً کہتے تھے یا سری نماز میں؟ یہ عین ممکن ہے کہ اس اثر سے مراد یہ ہو کہ ابراہیم نخعی سری نمازوں میں سرّاً آمین کہتے تھے۔

تابعین کے بارے میں دیوبندیوں کی پسندیدہ کتاب ”تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان“ میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

”اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں“ (ص ۲۴۱)

اس حوالے سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اول: امام صاحب تابعین کے اقوال و افعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔

دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔ اگر وہ خود تابعین میں سے ہوتے تو پھر تابعین کا علیحدہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

دیوبندی (۲۷):

حضرت امام شعبی اور حضرت ابراہیم نخعی بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے
۱۱۔ فتاویٰ الطبری و روی ذالک عن ابن مسعود
وروی عن المنخعي والشعبي و ابراہیم النخعي
كانوا يخفون بآمين - (المجموع ۲۵ ص ۵۵۵)
امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے
بھی یہ مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعی، امام شعبی
اور ابراہیم نخعی بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ (ص ۳۷۹)

جواب: الجوہر النقی میں الطبری کے یہ سارے حوالے بے سند اور ”روی“ کے صیغے

سے مذکور ہیں۔

دیوبندی (۲۸):

حضرت سفیان ثوری کا مسکب بھی آمین آہستہ آواز سے کہنے کا ہے
۱۲۔ فتاویٰ سفیان ثوری و ابی حنیفہ عن ہنولہما
الاسلم سئلوا فی قتلیہ عن من الخطاب
و ابن مسعود رضی اللہ عنہما - (المجموع ۲۵ ص ۵۵۵)
حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام
ابن مسعود کے اس میں انہوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ
بن مسعودؓ کی تطبیق ہے۔ (ص ۳۷۹)

جواب: اٹھلی کے مصنف حافظ ابن حزم کی پیدائش، سفیان ثوری اور ابو حنیفہ کی وفات کے بعد ہوئی ہے لہذا یہ سارے حوالے بے سند ہیں۔

دیوبندی (۲۹):

حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک جس سے کہ امام اور
مقتدی دونوں آواز سے آمین کہیں

اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابراہیم قتال
اربع یخافت بہن الامام سبحانک اللهم وبحمدک
والتعوذ من الشیطان الرجیم وبسم اللہ الرحمن
الرحیم وآمین قتال محمد و بیہ سا خذوہ
قول ابی حنیفۃ۔

(کتاب آثار امام ابو حنیفہ بدارت امام محمد مسلم)
(امام محمد فرماتے ہیں، ہمیں خبر دی حضرت امام ابو حنیفہ نے یہی
عبارت حضرت امام غزالی سے پہلے فرمائی کہ امام چار چیزوں کو ہرگز
آواز سے کہے (۱) سبحانک اللهم وبحمدک (۲)
اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین۔ امام محمد فرماتے
ہیں اسکا کہ ہم جلتے ہیں اور یہی قول ہے حضرت امام ابو حنیفہ کا۔
(ص ۲۸۰)

جواب: کتاب الآثار کے مصنف محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں امام یحییٰ ابن معین نے فرمایا: ”جہمی کذاب“ (لسان المیزان ج ۵ ص ۱۲۳، کتاب الضعفاء للعقلمی ۵۲۳ و سندہ صحیح) سرفراز صفدر دیوبندی صاحب نے حافظ ذہبی کے ایک غلط قول کو آنکھیں بند کر کے لکھا ہے کہ ”امام ابن معین غالی خفیوں میں شمار کئے جاتے ہیں“

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۹۹، طبع ۱۲۱۳ھ)

سرفراز خان صاحب نے قاضی ابو یوسف کے بارے میں لکھا کہ ”فقہ میں حنفی اور من اصحاب ابی حنیفہ تھے“ (طائفہ منصورہ ص ۵۲، ۵۳)

دیوبندی (۳۰):

قتال النوی۔ و قتال ابو حنیفۃ و الثوری

یسرون بالتامین و کذا قالہ مالک فی

المسوم الخ۔ (المجموع شرح المنہب ص ۲ ص ۲۴)

امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت سفیان
ثوری کا قول ہے کہ مقتدی آمین ستر کہیں، اور مقتدی کے بارے

میں حضرت امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ (ص ۲۸۰)

جواب: علامہ نووی کی پیدائش، امام مالک، سفیان الثوری اور ابو حنیفہ کی وفات کے بہت بعد ہوئی لہذا مجموع شرح المہذب کا حوالہ بلا سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دیوبندی (۳۱):

**امام مالکؒ کا مسکب یہ ہے کہ امام تو آئین کہے
ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے آئین کہیں،**

قتال مالکؒ ویخفی من خلف الامام آمین
ولا یقتل الامام آمین ولا یأس بالرجل
وحدہ ان یقول آمین: (المدونة الكبرى ۱۵۱ صک)
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آئین کہے
اور امام آئین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے
آئین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ص ۳۸۱)

جواب: ”المدونة الكبرى“ امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحب مدونہ
”سحنون“ تک متصل سندنا معلوم ہے لہذا یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ ایک مشہور عالم
ابو عثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی صاحب سخون، جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔
(سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۵) انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے (ایضاً
ص ۲۰۶) وہ مدونہ کو ”مدودہ“ (کیڑوں والی کتاب) کہتے تھے (العمر فی خبر من غیر
۲/۱۲۲ دوسرا نسخہ ۱۳۳۳) شیخ ابو عثمان اہلسنت کے اماموں میں سے تھے۔ آپ ۳۰۲ھ
میں فوت ہوئے رحمہ اللہ، سخون کے بارے میں امام ابو یعلیٰ الخلیلی فرماتے ہیں:
”لم یرض اهل الحدیث حفظه“ محدثین اس کے حافظے پر راضی نہیں ہیں۔

(الارشاد ج ۱ ص ۲۶۹ ولسان المیزان ج ۳ ص ۸)

ابو العرب نے سخون کی بہت زیادہ تعریف کی ہے لیکن خلیلی کا بہت بڑا مقام ہے۔ معلوم ہوا
کہ سخون مختلف فیہ راوی ہے۔ اگر یہ غیر مستند کتاب: المدونہ، سخون تک صحیح ثابت بھی ہوتی تو
موطاً امام مالک (ج ۱ ص ۸۷ ح ۱۹۱ تحقیقی) کی حدیث:

”إذا أمن الإمام فأمنوا“ جب امام آئین کہے تو تم آئین کہو۔

کے مقابلے میں مردود تھی۔ کیونکہ اس بے سند کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ”اور امام آمین نہ کہے“ اس بے سند کتاب کے دوسرے مسئلے بھی دیوبندی حضرات نہیں مانتے، مثلاً (ج ۱ ص ۶۸) پر لکھا ہوا ہے:

☆ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سر اُ بھی نہیں پڑھنی چاہئے۔

☆ بقول المدونۃ الکبریٰ: امام مالک کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔

(ج ۱ ص ۷۶)

ان مسائل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

دیوبندی (۳۲):

امام شافعی کا مسلک ہے کہ امام تو اونچی آواز سے
آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں

فتاویٰ الشافعیۃ فیما اذا فترغ من فتراءۃ ام
الدین ان فتالہ آمین و رفع بہا صوتہ لیتقادی
سبہ من کان خلفہ و اذا فتال فتالو ہا
واسمعوا انفسہم ولا احب ان یجہروا بہا
فتان فسلوا ہنلا شیئ مینہم

(کتاب الام ۱۵ طبع)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھے تو اونچی
آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی اس کے آمین کہنے میں امام
کی اقتدار کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں اور
اپنے آپ کو سنائیں اور میں مقتدیوں کے لیے آمین باہر کر
پہن نہیں سکتا، تاہم اگر وہ ایسا کریں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

(ص ۳۸۱)

جواب: امام شافعی کے اس قول سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اول: امام اونچی آواز سے آمین کہے۔ (دیوبندی اس کے سراسر خلاف ہیں)

دوم: مقتدی اونچی آواز سے آمین نہ کہے۔ (اور اگر کہہ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے)

امام ترمذی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے: ”ان یرفع الرجل صوتہ بالتأمین“

آدمی کو اونچی آواز سے آمین کہنی چاہیے۔ (باب ماجاء فی التأمین ح ۲۳۸)

اس قول کی صحیح سندیں امام ترمذی کی کتاب ”العلل“ (طبع بیت الافکار ص ۶۰۸) میں

موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ امام شافعی کے قول کی شق نمبر دو (۲) خود ان کے فتوے کی رو سے منسوخ ہے۔

دیوبندی (۳۳):

امام فخر الدین محمد بن عمر مازنی شافعی مہر سنیہ کی حقیقت

فتاویٰ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اختفاء المشائین
افضل و فتاویٰ الشافعی رحمہ اللہ اعلا منہ
افضل واحتج ابوحنیفہ رجل صحیح فتولہ
فتاویٰ فتولہ أمین وجہاں احدہما انہ
معاد والمشافی انہ من اسماء اللہ منان کان
معاد وجب اخفاؤہ لفتولہ لفتاویٰ داہوا ربکم
تصروا و خفیة ، وان کان اسما من اسماء اللہ
تعالیٰ وجب اخفاؤہ لفتولہ لفتاویٰ داہوا ربکم
فتولہ لفتولہ لفتولہ لفتولہ لفتولہ لفتولہ
الوجوب فتولہ لفتولہ لفتولہ لفتولہ لفتولہ
الفتولہ لفتولہ۔ (التفسیر الجلیل فی الاموال الذی ص ۳۴)۔
امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل
ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے،
امام ابوحنیفہ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے
فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے دوسری
یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین
دعا ہے تو پھر اس کا اخفاؤ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے۔ اذ خولوا رتبکم تصدقوا و خفیة۔ تم لوگ
اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گے تو اسے ظاہر کر کے اور چپکے چپکے
اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو کلم
اسکا اخفاؤ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذن ربک
فی نفضک تصدقوا و خفیة۔ اور یاد رکھنا اپنے رب کو
اپنے دل میں گونگانا ہوا اور نہ ہوا اگر انفاؤ کا وجوب ثابت نہ ہو
ہو لکن انکم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم
بھی یہی قول کہتے ہیں ذکر آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے

جواب: امام شافعی و امام ابوحنیفہ کی وفات کے بہت عرصہ بعد فخر الدین الرازی پیدا ہوئے تھے لہذا یہ نقل بلاسند ہے۔ یہ ہے ”حدیث اور اہلحدیث“ نامی کتاب کے کل دلائل کا جائزہ، آگے بعض الناس نے چالاکی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہئے.....“ (ص ۳۸۶) حالانکہ اونچی آواز سے آمین: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام و تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے۔

حسین احمد (مدنی) دیوبندی نے کہا:

”امام اعظم اور امام احمد فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ سریہ و جہریہ دونوں میں امام اور مقتدی سب سر آ آمین کہیں اور امام مالک اور امام شافعی جہراً کہتے تھے۔“

(تقریر ترمذی ص ۳۸۸ طبع کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

امام مالک کی روایت تو نہیں ملی۔ جبکہ آمین بالجہر کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں: ”وہ يقول الشافعي و احمد و اسحاق“ اور شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) اسی کے قائل ہیں۔ (جامع الترمذی ج ۲۴۸)

”صحابہ جہری نماز میں جہراً آمین کہتے تھے اور اخفاء میں آہستہ سے، آپ کی موافقت میں کہتے تھے۔ نماز میں جہراً آمین کہنے کے بارے میں حدیثیں آئی ہیں۔ امام شافعی اور احمد کا مذہب اسی طرح ہے...“ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۵۲۹ مترجم طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)

دیوبندی (۳۴):

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جس وقت امام عنبر المفضوب علیہم و اول الضالین کہے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔

(ص ۳۸۲)

جواب: آمین بالجہر کہنا سنت ہے جیسا کہ دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۵):

۱۲) آجین آہستہ آواز سے کہنی سلت ہے اول تو اس لیے کہ قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ آئین ڈھانچے جیسا کہ آیت کریمہ " وَتَذَكَّرُونَ بِحُكْمِ اللَّهِ " اور اس کی تفسیر میں ولادہ اعدا دیت سے واضح ہے اور دُعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دُعا ہے " اٰیٰتِ رَبِّیْ " اور انیس اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آئین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے " ان روایات کے پیش نظر آئین کہن کر بجا اور دُعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں اور آہستہ کیا جائے۔ اسی کیفیت کے پیش نظر حضرت امام اعظمؒ نے آہستہ آواز سے کہنے کو مستحسن قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخر الدین ماوردیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔ (ص ۳۸۳)

جواب: اس کا جواب پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ جہری نماز میں آہستہ آئین کہنا بالکل

ثابت نہیں ہے۔

دیوبندی (۳۶):

۱۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے جیسا کہ حضرت فاضل رضی کی اعدا دیت سے واضح ہے، نیز آپ کا تجزیہ اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تجزیہ تحریر یہ کہہ کر آہستہ آواز سے ثنا پڑھتے تھے اور سورۃ فاتحہ ختم کر کے ثنا کی طرح آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے۔ (ص ۳۸۳-۳۸۴)

جواب: یہ ثابت نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ آئین بالجہر کہتے تھے، جو بالذکر گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۷):

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آئین آہستہ آواز سے کہنی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام کے سنہا المفضوب حلیہ سے " لا الضالیین " کہتے پر متذکر ہوں کہ آئین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آئین نہیں کہتا ورنہ اس کے " لا الضالیین " کہنے پر آئین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے ہی آئین کہتے ہیں اور امام ہی آئین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آئین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آئین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آئین کی آواز خود ہی سُن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام ہی آئین کہتے ہیں۔ (ص ۳۸۴)

جواب: اس کا جواب بھی گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۸):

۵۔ حدیث میں نمازی کی آئین کے ٹاٹوں کی آئین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آئین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کسی صورت میں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے جب امام دلائل الضالین فہم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آئین کہتے ہیں یا یہ بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آئین کہنی چاہیے (۲) غلطی و اخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے استسائی خشتوں اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیے (۳) اخلاص بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آئین کہتے ہیں سنی کہ ان کی آئین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آئین کہنی چاہیے۔ (ص ۳۸۲، ۳۸۵)

جواب: اس کا جواب بھی گزر چکا ہے اور کیا دیوبندی حضرات فرشتوں کے دوسرے امور دیکھتے یا سنتے ہیں؟ کہ انھوں نے آئین کی آواز نہ سننے کی وجہ سے ”فرشتے آہستہ آئین کہتے ہیں“ کا حکم لگا دیا۔

دیوبندی (۳۹):

۶۔ غلطی یا مستحکم ہی آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و فریما کے آثار سے واضح ہے۔
۷۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آئین کہتے تھے۔
۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک حضرت امام شافعی تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آئین کہنی چاہیے جیسا کہ خداوند کی اپنی تصانیع میں ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔
۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آئین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آئین کچھ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آئین کہیں اور دونوں کی آئین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب دلائل الضالین کو کلمت کرے تو مقتدی فوراً آئین کہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آئین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی دلائل الضالین کے بعد مستحکم آئین کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قادی و امام دلائل الضالین کے توہم آئین کو ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی ہی سورہ فاتحہ پڑھتا تو چہرہ پر نہ فرماتے کہ امام دلائل الضالین کے توہم آئین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم دو انگلیوں

کہو پھر تو آئین کہو
لیکن قرآن و سنت، انا صحابہ و تابعین اور افعال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے کہ آئین اونچی آواز سے کہنی چاہیے اونچی آواز سے آئین کہنا ناسخ ہے اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے کہے کہ عیالی آئین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نذرت و عمارت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی ملک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آئین کے جانے دو آئین کے بھی قائل ہیں۔

(ص ۳۸۵-۳۸۶)

جواب: یہ شہادت ہیں ان کا ازالہ احسن طریقہ سے ہو چکا ہے۔

دیوبندی (۴۰):

اس مسئلہ میں غیر مستندین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دیوبندی صاحب لکھتے ہیں۔

”مغرب و حجاز اور صبح کی نماز میں جب امام اور مستفی سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت کو ختم کر لیں تو پہلے امام چہرہ مستفی پکار کر کہہ لیں یہاں (دستہ راستہ صلا)۔“

جماعت نماز پر کھڑے اسکے سابق امام مفتی عبدالسکر رقمطراز ہیں۔
”پس آج کل بھی جو امامت امت میں وقتزما ہیں اور کجا ہیں سے چڑھے اور کچھ والوں سے حد درجہ وہ تیشا آجود کی ہے۔“
(فتاویٰ آجیہ، ایمر صلا، بھولہ، زینتیں صلا)

مولوی محمد صاحب جوگڑھی یوں گہرا اضافی کرتے ہیں۔

”غیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نئی بیودیت ہے کہ اپنے امام کی جانتے قیاس پر مجبور نہ کر دینا اور دینی امور میں شخصی تقلید کو کچھ چیز نہ سمجھا اور آجین کی آواز سے چڑھا۔“
(دول کرمیہ ۱۵ ص ۱۵۵، بھولہ، زینتیں صلا)

مولوی خالد گنگا کی صاحب کے باجانب مولوی نور محمد گنگا کی صاحب یوں ہر اگتے ہیں۔

”اسے منکرین آجین اور آجین بالبر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو چکا اور ان کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔“

(اثبت آجین، ایمر صلا، شعور، انجیصال، تقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی سوچنا نہ نمان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ کھڑا تبلیغی کی اسٹیج پر مثال شایرہ نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب غنیوں اور بیودوں میں رعایت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) بیودی آجین بالبر سے جلتے تھے۔ حنفی بھی آجین بالبر سے جلتے ہیں۔
(۲) بیودی جوہر جلتے تھے حد کرتے تھے۔ حنفی بھی جھڑکی تروہ میں مشمول لکھتے ہیں۔

(۳) بیودی قبل پر مسد کرتے تھے۔ حنفی پر صحتی بغداد کی طرف سے کھینچتے ہیں۔

(۴) بیودی صفوں کی دوستی سے جلتے تھے۔ حنفی بھی پاؤں سے پاؤں ٹاسنے سے جلتے ہیں۔

(۵) بیودی سلام سے حد کرتے تھے۔ حنفی بھی گھڑوں سے سلام پہنہ نہیں کرتے۔

(۶) بیودی نماز و مشائخ کی تقلید کرتے تھے۔ حنفی بھی نماز و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

(۷) بیودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے۔ حنفی بھی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔

(۸) بیودی اقوال اسیار پیش کرتے تھے۔ حنفی بھی اقوال احوال ہی پیش کرتے ہیں۔

(۹) بیودی حضرت موسیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر گزراہ جگتے تھے۔ حنفی بھی حدیث و سنن علی الشریعہ و حکم کو چھوڑ کر ماہ مستقیم قبول کئے۔

(۱۰) جو لوگ مسلمانوں کا امام سمجھے آجین لکھتے پر حد کر کے وہ اس امت کے بیودی ہیں۔ حنفی لوگ مسلمانوں کا امام سمجھے آجین لکھتے پر حد کرتے ہیں لہذا ہی اس امت کے بیودی ہیں۔

جواب: یہ فتاویٰ انھی لوگوں پر فٹ ہوتے ہیں، جو کہ علم کے باوجود آئین بالجہر سے چڑتے ہیں اور آئین بالجہر کہنے والوں کو ہاتھ اور زبان سے ایذا پہنچاتے ہیں۔ بلکہ مار کٹائی کر کے اپنی مسجدوں سے باہر نکال دیتے ہیں، اور پھر بغیر کسی خوف و حیا کے آئین بالجہر کو آئین بالشر کہتے ہیں۔ دیکھئے کلمۃ الحق ص ۶۱، ہدیہ اہل حدیث از افادات اشرف علی تھانوی ص ۱۹۵

والله من ورآئهم محیط

آئین بالجہر اور امین اوکاڑوی

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی حیاتی نے ”تحقیق مسئلہ آئین“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے اکثر شبہات کا جواب ہماری اس کتاب اور القول التین (حصہ اول) میں آگیا ہے۔ اس اوکاڑوی کی کتاب کی بعض باتوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

”میں نے کہا: سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو صحابہ سے ہوئی ہو، اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیر کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو صحابہ موجود ہوں“ (تحقیق مسئلہ آئین ص ۴۴)

ایک دوسرے مقام پر اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:

”مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں دو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔“ (نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹) مطلب کے لئے ”ملاقات کا شرف حاصل ہے۔“ اور اگر روایت مطلب کے خلاف ہے تو ملاقات ”ثابت نہیں“ یہ ہے دیوبندی انصاف!

(۱) اوکاڑوی صاحب نے ص ۶، ۷ پر بحوالہ ابن خزیمہ ایک روایت لکھی ہے:

”إن الله أعطاني التأمين.....“ إلخ

یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۳/۳۹۷ ج ۱۵۸۶) میں زر بن ابی عبد اللہ عن انس کی سند سے موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اس کے ثبوت میں شک کا اظہار کیا ہے، یعنی ان کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے جیسا کہ بحوالہ بوسیری پیچھے گزر چکا ہے: ”یہ روایت زر بن ابی عبد اللہ

کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔“

(۲) فصل چہارم میں ص ۸ تا ۱۱، اوکاڑوی صاحب نے آٹھ دلیلیں پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دعا آہستہ کرنی چاہئے۔ ساتویں دلیل کاراوی معاویہ بن یحییٰ الصدقی باعتراف امین اوکاڑوی: ضعیف عندائیشمی ہے، آٹھویں دلیل بے سند ہے یہ آٹھ دلیلیں پیش کر کے اوکاڑوی صاحب نے رائے ونڈ کی جہری دعا کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا جو یہ لوگ تبلیغی اجتماع کے آخری دن لاؤڈ سپیکر پر کرتے ہیں۔ اور اس دعا میں شمولیت کے لئے دیوبندی اور دیوبندی نما لوگ ”تشریف“ لے جاتے ہیں۔

(۳) ص ۲۶ پر حدیث السکتین ذکر کی ہے جس کے بارے میں ابو بکر الجصاص حنفی کہتا ہے: ”أما حدیث السکتین فهو غیر ثابت“ اور سکتوں کی جو حدیث ہے وہ غیر ثابت ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۲۱۷)

یاد رہے کہ قول راجح میں یہ دونوں سکتے قراءت کے اختتام پر ہیں، فاتحہ کے اختتام پر نہیں۔ (۴) ص ۲۶ پر اوکاڑوی صاحب نے بحوالہ ابو بکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سکتین والی روایت نقل کی ہے۔ مجھے یہ روایت نہیں ملی، تمام دیوبندیوں سے ”مؤدبانہ“ درخواست ہے کہ ابو بکر بن ابی شیبہ کی کتاب سے یہ روایت بحوالہ مع سند و متن پیش کریں تاکہ اوکاڑوی صاحب کو وضع حدیث کے سنگین الزام سے بچایا جاسکے ورنہ پھر نتیجہ ظاہر ہے۔

(۵) اوکاڑوی صاحب نے ص ۳۰ پر ابراہیم نخعی کے بارے میں ”سید التابیین“ لکھا ہے جبکہ ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”فإن قول التابعي لا حجة فيه“ بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۳۹)

(۶) اوکاڑوی صاحب نے ص ۴۴ پر بحوالہ طحاوی (معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۰) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ”وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے“ مجھے یہ روایت

شرح معانی الآثار میں نہیں ملی۔

(۷) اوکاڑوی صاحب نے بحوالہ مجمع الزوائد (۱/۱۸۷) طبرانی کی المعجم الکبیر سے نقل کیا ہے: ”حضور ﷺ نے قال: آمین ثلاث مرات ص ۵۴“ یہ روایت ہمارے نسخہ میں (ج ۲ ص ۱۱۳) اور المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۲۲ ح ۳۸) میں موجود ہے۔ اس کے راوی ابو اسحاق کے بارے میں اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”جس کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا۔ پس یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔“ (تحقیق مسئلہ آمین ص ۵۳)

اور عبد الجبار عن ابیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”امام بخاری، ابن معین، ترمذی اور نسائی وغیرہ سب متفق ہیں کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے کوئی روایت نہیں سنی..... پس یہ روایت مرسل ہوئی“ (ایضاً ص ۵۳) معلوم ہوا کہ یہ روایت اوکاڑوی صاحب کے اپنے اصول سے بھی ضعیف ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے پاس آمین بالجبر کے خلاف اور آمین بالسر کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

﴿فَهُمْ فِي رَبِّهِمْ يَتَرَدَّدُونَ﴾ (التوبة: ۲۵)

وما علينا إلا البلاغ

أطراف الأحاديث والآثار

٧٩٠٤٢٠٤٠٠٣٩٠٢٦٠٢٤	أمين
٧٣٠٤٦	(أمين دعاء)
٨٩	(اخفاء التامين أفضل)
٥٢	(أدرك الناس ولهم زجة)
٥٩	أدعوا ربكم
٨٧٠٢٢	إذا أمن الإمام فأمنوا
٧٥	إذا صليتم فأقيموا صفوفكم
٧٦	إذا قال الإمام غير المغضوب
٧٦	إذا قال القاري غير المغضوب
٣٩	إذا قال ولا الضالين
٤٧	إذا قلت قال عطاء فأنا سمعته
٨٠	(أربع يخفين)
٨٤	(أربع يخفيهن الإمام)
٨٦	(أربع يخافت بهن)
٥٦	(استأذن رجل من اليهود)
٧٢	أعطيت أمين في الصلوة
٨١٠٦٢	(اللهم ربنا ولك الحمد)
٧٣٠٤٦	(أمن ابن الزبير ومن وراءه)
٧٤	(إن أمين اسم من أسماء الله)
٩٤	إن الله أعطاني التامين
٧٥	إن رسول الله ﷺ خطبنا

- ٧٧ (إن سمرة بن جندب و عمران بن حصين تذاكرا)
- ٨٠ إن النبي ﷺ قرأ
- ٥٨ إن اليهود قد ستموا دينهم
- ٥٦ إن اليهود قوم حسد
- ٥٩ إن اليهود ليحسدونكم على السلام
- ٧٩ إنه صلى مع رسول الله ﷺ
- ٧٩ إنه صلى مع النبي ﷺ
- ٥٦ إنهم لا يحسدونا على شيء
- ٨٣ (خمس يخفين)
- ٦٠ رب قني عذابك
- ٧٧ سكتتين
- ٧٨ (صلى بنا رسول الله ﷺ)
- ٧٨ (صليت مع رسول الله ﷺ)
- ٣١، ٢٤ غير المغضوب عليهم
- ٨٨ (فإذا فرغ من القراءة أم القرآن)
- ٦٠ (فلما قضى النبي ﷺ صلاته)
- ٩١، ٧٢ قد أجيبت دعوتكما
- ٣١ قرأ غير المغضوب عليهم
- ٧٥ قال السلام عليكم
- ٤٦ (كان إذا ختم أم القرآن)
- ٢٦ كان إذا فرغ من قراءة أم القرآن
- ٧٦ (كان إذا قال ولا الضالين)



- ٤٣ (كان إذا كان مع الإمام)
- ٨٢ (كان علي و ابن مسعود لا يجهران)
- ٨١ (كان عمر وعلي لا يجهران)
- ٧١ (كان موسى إذا دعا أمين)
- ٧٢ (كان هارون يقول آمين)
- ٨٤ (كان يسر آمين)
- ٧٤ (كان يعلمنا يقول لا تبادروا)
- ٨٥ (كانوا يخفون بآمين)
- ٧٤ لا تبادروا الإمام
- ٨٢ (لم يكن عمر وعلي يجهران)
- ٥١ (لقد كان لنا دوي في مسجدنا)
- ٥٤ ما حسدتكم اليهود على شيء
- ٦٢ ما رأيته إلا ليعلمنا
- ٧٤ واذكر ربك في نفسك
- ٨٧ (ويخفي من خلف الإمام آمين)
- ٣٧ يجهر بآمين
- ٨١ (يخفي الإمام أربعاً)
- ٨٢ (يخفي الإمام ثلاثاً)
- ٨٦ (يسرون بالتأمين)
- ٤١ يقرأ مالك يوم الدين
- ٨٥ (يقولها الإمام سرّاً)

فهرست

راویان حدیث و الآثار

صفحه نمبر	راوی
۳۶	ابراہیم بن مرزوق
۹۵، ۸۳، ۸۱، ۸۰	ابراہیم الخثعمی
۶۳، ۵۳	ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی
۶۳	ابن الترمکانی حنفی
۳۳، ۲۱، ۲۰	ابن تیمیہ شیخ الاسلام
۵۲، ۴۷	ابن جریج
۴۰، ۳۶، ۳۵، ۲۹، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴	ابن حبان
۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۷، ۲۵	ابن حجر عسقلانی
۸۴، ۶۱	ابن حزم
۴۹	ابن راہویہ
۹۴، ۷۳، ۴۶، ۴۱	ابن الزبیر عبداللہ
۴۳	ابن زید
۵۲، ۴۷، ۴۰، ۳۷	ابن سعد
۵۱	ابن اسکن
۴۴	ابن سید الناس
۴۳	ابن شاہین
۴۳	ابن عدی
۴۶، ۴۵، ۴۳، ۴۲	ابن عمر عبداللہ

۵۳، ۳۸	ابوبکر	ابن عیاش
۳۱، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۱۰		ابن القیم
۴۴، ۴۱، ۳۲	علی	ابن مدینی
۸۶، ۴۳، ۳۵، ۲۹	یحییٰ	ابن معین
۵۰		ابن ناجیہ
۵۳		ابن ناصر الدین
۶۳، ۵۳، ۳۲		ابن نمیر
۷۲، ۴۵، ۳۳		ابن دہب
۳۸، ۳۷، ۳۳	عمرو بن عبداللہ ہمدانی	ابو اسحاق
۵۶		ابو بشر الواسطی
۶۲، ۵۱، ۴۸		ابوبکر بن ابی شیبہ
۳۸	الأثرم	ابوبکر
۵۰	محمد بن الحسین القطان	ابوبکر
۴۳، ۴۰، ۳۳، ۳۲، ۳۰		ابوحاتم
۴۰		ابوالحسین بن عثمان
۴۰		ابوالحسین بن فضل
۳۹		ابوجزہ السکری
۸۳		ابوجزہ میمون الاعمور
۸۵، ۶۱		ابوصیفہ (امام)
۳۴، ۳۳		ابوداؤد الحنفی
۳۵		ابوداؤد طیالسی
۳۲، ۲۸	سلیمان بن اشعث	ابوداؤد (امام)

۸۲		ابوسعید البقال
۵۲، ۳۶، ۴۵، ۳۶، ۳۲		ابوزرعہ
۴۳، ۴۵		ابوسعید الجعفی
۲۶		ابوسلمہ
۳۴	محمد بن الحسن	ابوطاہر
۳۴	محمد بن محمد الزیادی	ابوطاہر
۳۴	محمد بن یعقوب	ابوالعباس
۳۹، ۲۸		ابوعبید الآجری
۸۷، ۴۳		ابوالعرب
۴۳		ابوعلی الطوسی
۲۶، ۲۴، ۲۳، ۲۲		ابوہریرہ
۳۶	الطیالسی	ابوالولید
۵۰	حمزہ بن عبدالعزیز الصیدلانی	ابویعلیٰ
۸۷		ابویعلیٰ الخلیلی
۴۱		ابویعلیٰ الموصلی
۸۶		ابویوسف قاضی حنفی
۴۲		ام الحصین
۵۶، ۵۱، ۴۳، ۳۸		احمد بن حنبل (امام)
۲۱	القطان	احمد بن سنان
۲۸، ۲۴	النسائی الامام	احمد بن شعیب بن علی
۵۰	المروزی	احمد بن منصور
۱۰	بریلوی	احمد یار خان نعیمی

۵۳	احمد بن یونس
۲۷	ارشاد الحق اثری صاحب توضیح الکلام
۳۳	اسامہ بن زید
۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۶، ۲۳	اسحاق بن ابراہیم العلاء الزبیدی
۵۶، ۵۴	اسحاق بن منصور
۳۶	اسماعیل بن اسحاق
۳۸	اسود بن عامر
۱۸، ۱۴، ۹	اشرف علی تھانوی دیوبندی
۱۴، ۱۳، ۱۱	امداد اللہ (مہاجر) دیوبندی
۹۶، ۹۵، ۹۴، ۷۷	امین اوکاڑوی
۷۳	انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۶۲	بدیع الدین الراشدی السندھی شیخ العرب والعجم
۶۰	براء بن عازب رضی اللہ عنہ
۴۳	البرقی
۷۳، ۵۴، ۴۴	بوصیری
۴۰	البوشخی
۴۵، ۴۰، ۳۹، ۳۷، ۳۴، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۲۵	بیہقی (امام)
۴۱، ۳۶، ۳۵، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۲۵	الحاکم الامام
۶۷، ۵۶، ۴۷	حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی
۷۳	حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی
۳۵، ۳۲	حجر بن عنس
۴۰	حجیہ بن عدی

۳۳		الحسن بن علی
۹۰	دیوبندی	حسین احمد مدنی
۵۷، ۵۶		حصین بن عبدالرحمن
۸۳		حماد بن ابی سلیمان
۵۶، ۵۵		حماد بن سلمه
۳۵		حمید بن زنجویه
۳۲، ۳۰		حمید بن عبدالرحمن
۲۳		خالد بن ابی عزه
۵۶، ۵۵	الطحان	خالد بن عبداللہ
۲۵	المصری	خالد بن یزید
۵۹، ۲۵		خطیب بغدادی
۸۳، ۳۵، ۳۱، ۲۹، ۲۷، ۲۶، ۲۴، ۱۰		دارقطنی (امام)
۲۴، ۲۱، ۲۰، ۱۸، ۱۶، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۰، ۲۹، ۲۷، ۲۶، ۲۵		ذہبی
۵۲		الرامهرمزی
۵۲		ربیع بن صبیح
۱۵	دیوبندی	رشید احمد گنگوہی
۱۱	دیوبندی	رشید احمد لدھیانوی
۷۳		زر بنی بن عبداللہ
۱۸، ۱۵	دیوبندی	زکریا تبلیغی
۳۸		زہیر
۳۸		زید بن ابی ایسہ
۲۲		الزین بن منیر

۸۴، ۴۴	صاحب نصب الراية	زیلعی حنفی
۵۴، ۴۸		الساچی
۸۷		سختون
۸۶، ۸۴، ۷۷، ۷۱، ۶۶، ۵۴، ۴۸	دیوبندی	سرفراز خان صفدر
۴۵		سعید بن ابی ہلال
۸۲		سعید بن المرزبان
۴۶		سعید بن مسیب
۸۴، ۶۵، ۶۱، ۴۴، ۳۲، ۳۱		سفیان ثوری
۴۹، ۴۸		سفیان بن عیینہ
۴۵		سلیمان بن حرب
۵۷		سلیمان بن کثیر
۴۱، ۴۰، ۳۵، ۳۲، ۳۱		سلمہ بن کہیل
۴۷		سماک بن حرب
۵۵، ۵۴		سہیل بن ابی صالح
۴۷		شریک بن عبداللہ
۴۶، ۴۵		شعبہ
۴۴		شمس الحق عظیم آبادی
۱۶		صدیق الحسن خان نواب
۴۷		صلاح الدین کیکلدی
۱۶	دیوبندی	ضامن علی جلال آباد
۵۹		ضیاء المقدسی
۹۵، ۶۶، ۵۷، ۴۴، ۴۳	دیوبندی	ظفر احمد تھانوی

۵۷، ۵۴		عائشہ رضی اللہ عنہا
۳۳		عباد بن عبداللہ درافضی
۳۴		عباس بن محمد الدوری
۲۶		عبداللہ بن سالم
۱۷		عبداللہ محدث غازی پوری
۵۰، ۴۹		عبداللہ بن محمد شیرویه
۲۷		عبداللہ بن یوسف
۳۵، ۳۳، ۳۱		عبدالرحمن بن مہدی
۳۸		عبدالجبّار بن وائل
۴۸	الصنعانی	عبدالرزاق بن ہمام
۱۲	دیوبندی	عبدالرشید ارشد
۵۴		عبدالصمد بن عبدالوارث
۳۶		عبدالصمد
۵۴	المنذری	عبدالعظیم بن عبدالقوی
۳۴		عبدالغافر بن اسماعیل
۳۰		عبدالکریم بن نسائی
۴۳، ۴۰، ۳۲		العجبی
۴۱، ۴۰، ۳۹		عثمان بن ابی شیبہ
۳۰		عثمان بن سعید الدارمی
۹۴، ۷۳، ۵۱، ۴۷		عطاء بن ابی رباح
۵۳، ۵۲		نکرمہ موئی ابن عباس
۲۹، ۲۶		عمرو بن حارث

۳۶	مرو بن مرزوق
۳۷، ۳۵	علقمہ بن وائل
۴۰	علی رضی اللہ عنہ
۵۱، ۵۰	علی بن الحسن بن شقیق
۴۳	علی بن صالح
۵۷، ۵۶	علی بن عاصم
۱۷	علی محمد سعیدی
۸۳، ۳۳، ۳۲	العلاء بن صالح
۱۸	غلام اللہ خان مولوی دیوبندی (مماتی)
۹	غزالی
۳۵	قیصہ
۷۷	قنادر
۵۳	قطبہ بن العلاء
۵۳	فطر بن خلیفہ
۸۸، ۸۷	مالک (امام)
۳۳	الحاربی
۳۳، ۲۹، ۲۸، ۲۶، ۲۴، ۲۳، ۲۲	محمد بن اسحاق بن خزیمہ
۳۴، ۳۰، ۲۹، ۲۷، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۱	محمد بن اسماعیل البخاری
۶۳، ۶۲، ۵۶، ۵۴، ۵۳، ۵۱، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۳۶	
۵۷، ۵۶	محمد بن اشعث
۳۱	محمد بن بشار
۳۵	محمد بن جعفر

۱۶		محمد حسین پٹالوی
۱۱	دیوبندی	مفتی محمد
۸۶	الشیبانی	محمد بن الحسن
۳۵		محمد بن صاعد
۴۱		محمد بن عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ
۸۱، ۷۸، ۷۲، ۲۵	النیسوی (حنفی)	محمد بن علی
۴۰		محمد بن علی
۲۸		محمد علی قاسم العمری
۳۰		محمد بن عوف
۹۰، ۴۰، ۳۱	ترمذی	محمد بن عیسیٰ
۳۳		محمد بن کثیر
۷۶، ۲۶		محمد بن مسلم الزہری
۴۵، ۴۳، ۳۰		محمد بن یحییٰ الذہلی
۳۹، ۲۴	ابن ماجہ (امام)	محمد بن یزید
۳۵، ۳۳		محمد بن یوسف الفریابی
۵۹، ۴۳		مسلم (امام)
۵۸، ۱۰		معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۹	دیوبندی	محمود حسن
۴۵		ناصر الدین البانی
۴۳		نافع مولیٰ ابن عمر
۲۴، ۲۳		نعیم الحجر
۱۶		نور الحسن

٨٤	نووی (امام)
٣٤، ٣١	وائل بن حجر <small>رضی اللہ عنہ</small>
١٦	وحید الزمان حیدر آبادی
٥٢، ٣٣	وکیع
٣٦	وہب بن جریر
٢٤	یحییٰ بن حسان
٣٣، ٣٩، ٣٣، ٣٢، ٣١	یحییٰ بن سعید
٢٦	یحییٰ بن محمد بن عمرو
٣٥	یزید بن زریع
٣٢، ٣٠	یعقوب بن سفیان الفارسی
٣٨	یونس بن ابی اسحاق

القول المعتبر فی الجہر بالتأمین

(طبعة جدیدة مع مراجعہ و زیادات)

حافظ زبیر علی زئی



دار الفکر

٧ جادی الثانیہ ١٤٢٨ھ

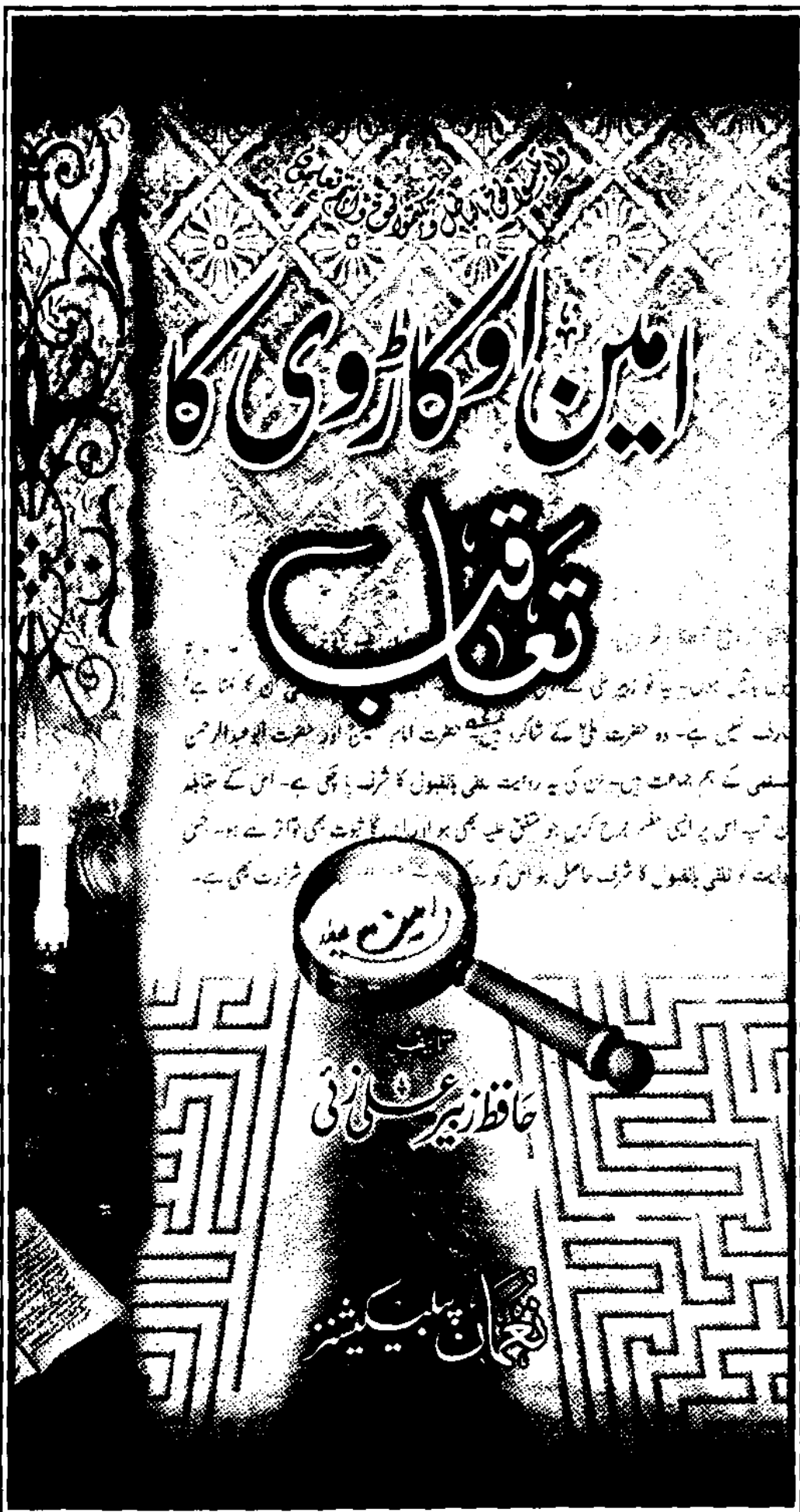
ایمین اور کاروباری کا تعلق

ایمین اور کاروبار کے تعلق کا یہ موضوع ہے۔ یہ موضوع ہے جو ہمیں اس وقت کی دنیا میں بہت سے مسائل کا حل دیتا ہے۔ یہ موضوع ہے جو ہمیں اس وقت کی دنیا میں بہت سے مسائل کا حل دیتا ہے۔ یہ موضوع ہے جو ہمیں اس وقت کی دنیا میں بہت سے مسائل کا حل دیتا ہے۔



حافظ زبیر عثمانی

پبلشرز





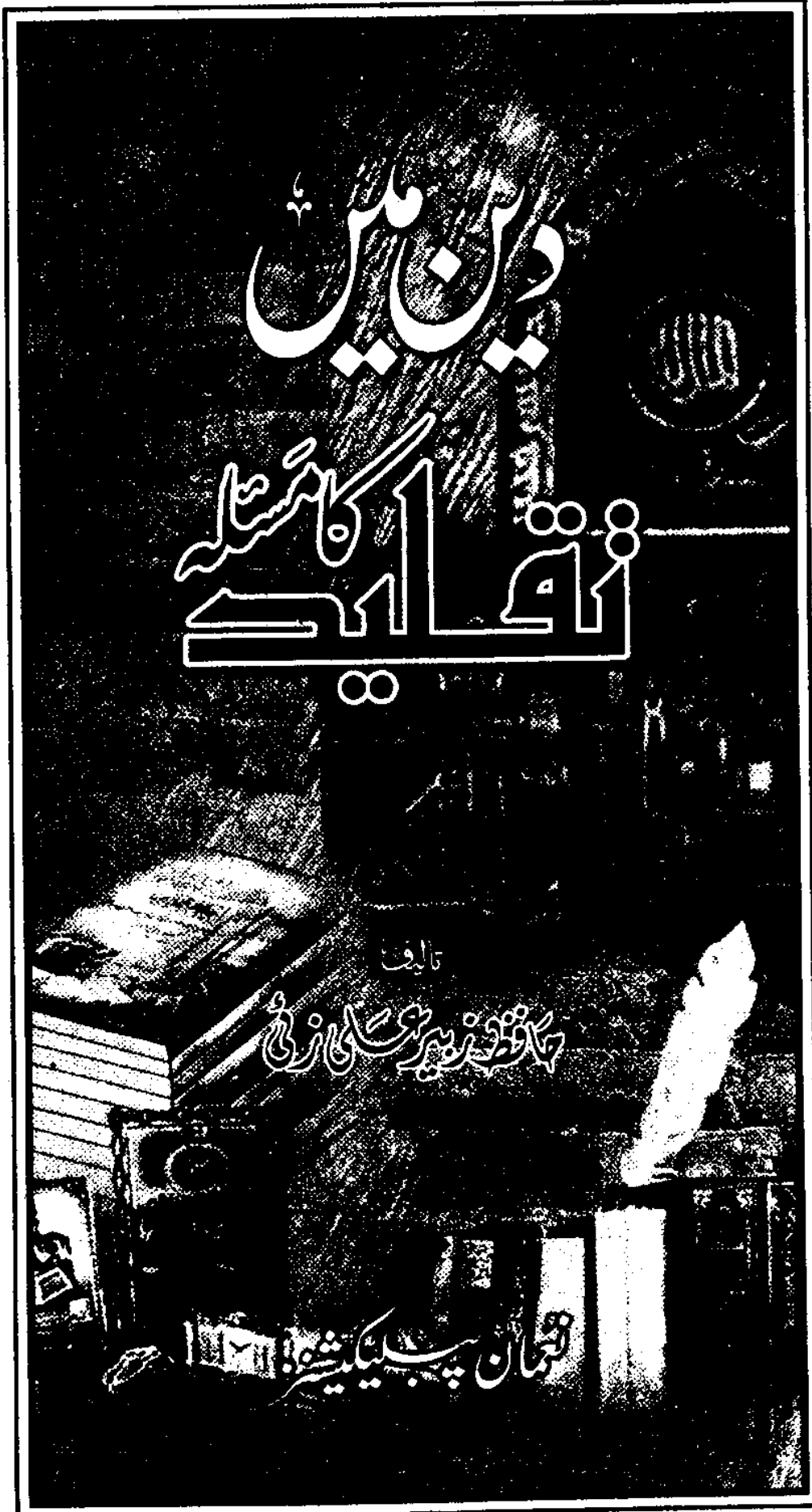
اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الدَّيْنِ الْمَرْتَدِّ وَالرَّازِقِ الْبَالِدِ

حَقِيْقَةُ الْوَجْدِ

مَوْلانا ابى رُوْحَانَ اَبى حَسَنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي تَالِبٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نعمان پبليڪيشن



دین میں

تقاضے

تالیف

پروفیسر عزیز محمد علی زئی

تجران پبلیکیشنز

الْقَوْلُ الْمُبِينُ
فِي
الْجَهَنَّمَ وَالنَّارِ الْمُبِينِ